اقبالیات

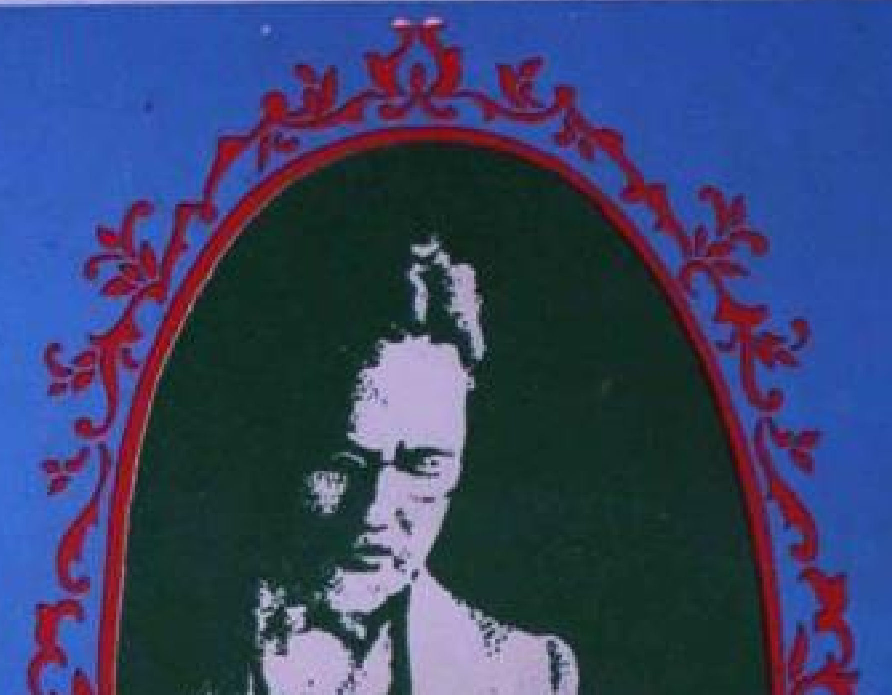

اقبال انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونیورسٹی سری نگر کشمیر

اِقبالیات

۱۱

مُرتبہ

پروفیسر محمد امین اندرابی

اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی سری نگر

© — اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی —

تاریخ اشاعت — مارچ ۱۹۹۹ء
شمارہ نمبر — گیارہ
سرورق — احمد
کتابت — محمد یعقوب، عبدالرشید
مطبع — شالیمار آرٹ پریس سری نگر
قیمت — چالیس روپے
تعداد
پانچ سو

اقبال انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونیورسٹی سری نگر

فہرست

- پیش لفظ ــــــــ ادارہ ــــــــ
- اقبال اکیسویں صدی میں ــــــ پروفیسر حامدی کشمیری ــــ 1
- اسرار و رموز میں قرآنی آیات ــــــ ڈاکٹر بشیر احمد نحوی ــــ 7
- علمائے کشمیر اور اقبال ــــــ اسد اللہ آفاقی ــــ 14
- بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل ــــ ڈاکٹر تسکینہ فاضل ــــ 37
- فلسفیانے کا عمل ــ ایک بحث ــــ ڈاکٹر حیات عامر حسینی ــــ 43
- پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے ساتھ چند مہینے ــــ محمد عبداللہ خاور ــــ 52
- عاشقِ اقبال ــ پروفیسر سید وحید الدین ــــ ڈاکٹر حمید نسیم رفیع آبادی 59
- اقبال پر خصوصی شمارے ــ ایک اشاریہ ــــ محمد عبداللہ خاور ــــ 66

پیش لفظ

علامہ اقبال اُن معدودے چند شعرا میں سے ہیں جن کی عظمت کا اعتراف خود ان کی زندگی ہی میں ہوا اور ان کی وفات پر چھ دہائیاں گزرنے کے بعد بھی اُن کی عظمت اور مقبولیت فزوں تر ہے۔ ان کی شاعری اور اُن کے فکر و فن کی تعبیرِ و تشریح اور تنقید کا سلسلہ اُن کی زندگی ہی میں شروع ہوا جو ہنوز جاری ہے آج بھی اُن کی شاعری اور اُن کے تصورات کے حوالے سے ہر سال درجنوں کتابیں اور بیسیوں مضامین شایع ہوتے ہیں اور برصغیر کی متعدد یونیورسٹیوں میں اُن پر تحقیقی مقالے لکھے جاتے ہیں۔ بیسویں صدی کے ابتدائی برسوں ہی میں ان کی شاعری کا شہرہ عام ہونے لگا تھا اور چند ہی برسوں میں ان کی شاعری کے منفرد لب لہجے اور ان کی فکر کے گوناگوں پہلوؤں نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور پھر انھوں نے جس طرح سے لطافت شعری کو مجروح کیے بغیر اپنی شاعری کو حکیمانہ لب و لہجہ عطا کیا اس نے اردو شعرا کی ایک پوری نسل کو متاثر کیا۔ اقبال شاعرانہ اور مفکرانہ قد و قامت کے باعث پوری صدی پر حاوی رہے اور اگر ہم بقولِ پروفیسر حامدی کشمیری بیسویں صدی کو اقبال صدی سے موسوم کریں تو غلط نہ ہوگا۔

گذشتہ سال مئی کے مہینے میں اقبال انسٹی ٹیوٹ کے ایک دیرینہ کرم فرما پروفیسر سید وحید الدین کا حیدرآباد میں انتقال ہوا۔ مرحوم فلسفے کے جیّد عالم اور استاد تھے۔ مغربی اور مشرقی فلسفہ پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ علامہ اقبال کی فکر سے انہیں خاص شغف تھا چنانچہ اقبال کی فکر کے مختلف پہلوؤں کی تفسیر و تعبیر سے متعلق کئی مضامین ان کی یادگار ہیں۔ اقبال انسٹی ٹیوٹ کے کئی سیمناروں میں شریک ہونے کے علاوہ مرحوم نے کشمیر یونیورسٹی میں دو توسیعی خطبے بھی دئے تھے جو بعد میں "اقبال اور مغربی فکر" کے عنوان سے انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے شایع ہوئے۔ مرحوم کی شخصیت میں بڑی جاذبیت

جواز رکھتا ہے۔

اس بیان کی صحت کا اثبات بدیہی طور پر اُن کی شاعری تو کرتی ہی ہے کیونکہ یہ اردو شاعری کے روایتی پس منظر میں ایک نئی ہمہ گیر اور توانا آواز کے طور پر ابھری، یہ نوائے شوق تھی، جس نے اور تو اور "حریم ذات" میں بھی شور برپا کیا، اس کی آفاقیت اس بات میں پوشیدہ ہے کہ یہ موجودہ صدی کے آغاز میں عالمی سطح پر انسان کی بیداری، آشوب اور آگہی کی شاعری تھی، تنقید یعنی اقبالیاتی تنقید بھی مجموعی طور پر اقبال کی ہمہ جہت شخصیت کے شعوری عوامل اور تشکیلی نظریات کی تعبیر و توضیح میں ہمہ تن مصروف رہی، یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ تنقید اُن کی شاعری کے بجائے ان کی شخصیت پر مرتکز رہی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اقبال ایک عالم دین، سیاست داں، دانشور، مبلغ، غنیمت پسند، مفکر اور نظریہ ساز کی حیثیت سے سامنے آئے، اور عالمی سطح پر اُن کی شہرت عظمت مسلم ہوگئی، مروجہ تنقید کا یہ علمی اور تشریحی کام ظاہر ہے، اپنی قدر و منزلت رکھتا ہے، لیکن یہ اُن کی شاعرانہ انفرادیت و عظمت کی تشخیص و تعین میں کوئی مدد نہ کرسکا، اور اقبال عالمی سطح پر شاعری میں اپنا مقام حاصل نہ کرسکے، جس کے وہ ہر لحاظ سے حقدار ہیں۔ ظاہر ہے اس صورت حال کے لیے اقبالیاتی تنقید ذمہ دار ہے، یہ اقبالیاتی تنقید ہی کی نارسائی اور کوتاہی نہ تھی بلکہ اردو تنقید کی فی الجملہ یہی حالت رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ ابھی تک میر، غالب، انیس یا فیض، ناصر کاظمی اور اختر الایمان کی شعری حیثیت متعین نہیں ہوسکی ہے، اردو تنقید ابتدأ سے ہی شعر اور موضوعیت کی مماثلت کی قایل رہی ہے، اس لیے یا تو وہ دونوں کو ایک دوسرے سے گڈمڈ کرتی رہی ہے، یا ایک کو دوسرے کا نعم البدل سمجھتی رہی ہے، اور بہر صورت ایک تو شعر کی صورت ہی مسخ کی جاتی رہی، دوسرے شعر سنجی کی غلط روی کو بھی عام کیا گیا۔

رہی وہ تنقید جو جمالیاتی نقطۂ نظر سے اقبال کی شاعری کے مطالعات پیش کرتی رہی، وہ بالعموم درسی نوعیت کی رہی ہے، اس کے تحت اُن کے یہاں فوری طور پر شعری اور لسانی خواص و اوصاف یعنی لسانی جدت طرازی، تشبیہہ و استعارہ یا علامت نگاری کی نشاندہی کی گئی

یہ مطالعات بعض جگہوں پر گہرائی سے بھی انجام دیے گئے لیکن ان کی حد بندی وہاں سے آشکار ہوتی ہے جہاں یہ درسی تجزیہ کاری کے ساتھ ہی اپنا دامن سمیٹ لیتے ہیں اور آگے کے جہانوں کے سفر سے نا آشنا رہتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اقبال کی شعری قوت کو خالصتاً شعری تناظر میں بروئے کار نہیں لایا گیا ہے اور نہ ہی اُن لسانی وسایل کا جامعیت کے ساتھ مطالعہ کیا گیا ہے، جو اس قوت کے ضامن ہیں۔ محض اقبال کے تصورات و نظریات (جن کی علم و دانش میں اپنی اہمیت ہے) کی بنا پر اُن کی تخلیقی شخصیت کی بازیافت و تشکیل ممکن نہیں۔ موجودہ صدی اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے اور اس صدی میں اقبال بے چون و چرا اپنی علمیت اور فکر و فلسفہ کی بدولت ملک سخن پر فرماں روائی کرتے رہے۔ یہ ایک دلچسپ صورت حال ہے، لیکن اس صورت حال کو شعری نقطۂ نظر سے معرض سوال میں لانے سے تا دیر روکا نہیں جا سکتا۔ تنقید کی یہ علمی کارگزاری اقبال کی شاعری سے ہی نہیں، بلکہ پوری اردو شاعری کی تحسین شناسی سے اپنے بُعد کا احساس دلاتی ہے۔

موجودہ صدی کے اختتام کے ساتھ ہی اس تنقید ی امر کی آگہی شدت اختیار کرنے لگی ہے کہ فن فنکار کی شخصیت یا اس کے نظریوں کی راست ترجمانی سے کوئی سروکار نہیں رکھتا، وہ دراصل اس کی داخلی شخصیت کی عمیق گہرائیوں سے پھوٹنے والی تخلیقیت کے آتشیں عمل سے خلق ہوتا ہے جو اس کی شخصیت یا اس کے نظریوں کو بھی تقلیب کرتا ہے۔ بعینہٖ تنقید بھی نظریاتی حد بندیوں کی نفی کر کے متن سے رشتہ جوڑ کر اس کے لسانی عمل سے خلق شدہ اجنبی جہانوں اور اس میں نمود کرنے والے کرداروں کا اکتشاف کرتی ہے۔ تنقید کا یہ تناظر فن شناسی کے لیے بنیادی لانے کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

اس نقطۂ نظر سے دیکھئے تو تنقید ایک صدی کے زاید عرصے پر محیط رہنے کے باوجود شعر شناسی کا حق ادا نہیں کر سکی ہے۔ مختلف مکاتب نقد جن میں تاریخی، مارکسی

ہیئتی اور لسانی مکاتب شامل ہیں، اپنے اپنے طریق کار کی پابندی کرنے کے باوجود ایک ہی مقصدی عمل پر منتج رہے ہیں، اور وہ ہے شعر میں شاعر کے شخصی عصری، فکری اور سماجی رویوں کی تعین و تشریح (خواہ شعر ان کا متحمل ہو یا نہ ہو) اور یوں اس کی فنی تجزیہ کاری بھی مقصدی اور فروعی ہو کر رہ گئی ہے۔ تنقید کے اس طریق کار پر آئندہ برسوں میں بھی انحصار کرنے کے رویے کا مطلب یہ ہے کہ شاعری اور موضوعیت کے درمیان پیدا ہونے والی خلیج کو پاٹنے کی سعی کرتے ہوئے اسے اور کشادہ کیا جائے۔

تنقید کی اس امکانی صورت حال کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اردو کی قدیم و جدید شاعری کی تحسین کا خلیج اس کے لیے شدید تر ہو جائے گا، اس صورت حال کا اطلاق براہِ راست اقبال کی شاعری پر بھی ہوتا ہے، اس لیے اقبال کے افکار و نظریات اور ان کی شاعری کے درمیان وسیع ہوتی ہوئی خلیج کو پاٹنے کے لیے اقبالیاتی تنقید کے لیے اپنے تناظر کی درستگی وقت کی اہم ضرورت ہے

اس میں شبہ نہیں کہ اقبال روایت کے گہرے شعور کے باوجود تجزیہ پسندی کی جانب مایل رہے۔ انہوں نے عصری مسایل کی بازآفرینی کے لیے لسانی اجتہاد سے بھی کام لیا، لیکن انہوں نے فلسفہ، مذہبیات اور ملت مسلمہ کے مسایل سے متصادم ہو کر اپنے رد عمل کا جس مبلغانہ انداز سے شاعری کا وسیلہ بنایا۔ اس سے شعری سفر کے ایک مقام پر ان کے شعری رویے کی تخلیقی تقاضوں سے عدم مطابقت ظاہر ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ انہوں نے نغمہ کو "ساز سخن" کا بہانہ قرار دیکر اس رویے کو آزمایا بھی، اور شاعری کے ایک حصے کو افکار کی نذر ہونے دیا، لیکن چونکہ وہ پیدائشی شاعر ہیں اس لیے تخلیقیت کے داخلی آتشیں بہاؤ پر بند باندھنے کے باوجود وہ کئی مقامات پر اس پر قابو نہ رکھ سکے، ایسے زرخیز لمحات میں اقبال کی شعری حسیت پوری قوت اور آب و تاب کے ساتھ معرض اظہار میں آتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اقبال کے بعد راشد، میراجی اور مجید امجد کے بعد جدیدیت کے رجحان

کے تحت جو شاعری وجود میں آئی' وہ اقبال کے اسلوبِ گفتار سے بہت حد تک اجتناب کر کے ابہام اور پیچیدہ بیانی کی تمثیل بن گئی۔ اس نوع کی شاعری کے مقابلے میں اقبال کی شاعری بدیہی طور پر خیالات بیانیہ اور خطابت کا تاثر پیدا کرتی ہے' اور ابہام پر سوالیہ نشان لگاتی ہے۔ اس لیے نقاد کا اولیں کام یہ ہے کہ وہ اِس نوع کی شاعری کے عمل اور ردِ عمل کا جائزہ لے' اور اس کی ماہیت اور اِستناد کی تعین کرے۔

اکیسویں صدی میں تنقید کے لیے روایتی اور غیر متعلقہ تصورات سے کنارہ کر کے مستلزم ہو گا کہ وہ تخلیق کو تخلیق کار کی گرفت سے آزاد' ایک خود آگاہ لسانی وجود کے طور پر تسلیم کرے یہ اسی صورت میں ممکن ہو گا کہ جب شاعری کو عاید کردہ نظریات سے الگ کر کے اس کی خلقی ماہیت کو دریافت کیا جائے۔ جو تمام و کمال لسانی عمل کی زائیدہ ہے۔ لسانی عمل اپنے مخصوص طریقے سے شعر میں ایک جہات آشنا صورتِ حال کو خلق کرتا ہے' جس میں شعری کردار' مخاطب (مخاطبین) فضا تحرک' مکالمہ' تصادم اور روشنی و سایہ ایک فرضی اور اجنبی دنیا کو خلق کرتے ہیں ـــ یہ دنیا تخیلی دنیا ہے ـــــ اپنے قواعد و ضوابط کی پابند' یہ دنیا حیرت انگیز طریقے سے فرضیت سے حقیقت کی آگہی کا سامان کرتی ہے۔ آگہی اور فرضیت کی یہ دھوپ چھاؤں فن کا جواز فراہم کرتی ہے۔ اور فن کو آفاقی کردار عطا کرتی ہے۔ اقبال بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ اُن کے یہاں ایسے کلام کی وافر مثالیں موجود ہیں۔ جو لسانی طریق کار کی تکمیل کرتی ہیں، ان کا یہ لسانی طریق کار اردو شاعری کے پس منظر میں ندرت اور انفرادیت رکھتا ہے' اور صرف اُن سے مختص ہے، یہی وجہ ہے کہ اُن کے متبعین میں یہ کسی کے یہاں بار ور ثابت نہ ہوا' اُن کے یہاں بیک وقت روایتی اور جدت کارانہ برتاؤ' اور بیشتر بیانیہ اور خطابت سے ہی ایک ایسی نادر تخیلی فضا خلق ہوتی ہے، جو شعری کردار (جس کی شاعر سے کسی مطابقت کی تلاش بے سود ہے) کے آزادانہ عمل کو یقینی بناتی ہے' شعری کردار اپنے لہجے' سوز نفس' تیقن' اندازِ تخاطب اور لفظوں کی ادائیگی سے شکوہ' تحمل' بلند آہنگی اور گداز سے مملو

ہو جاتا ہے، یہ اردو شاعری کے عمومی شعری کردار کے مجہولانہ شخصی، عاجزانہ اور طاعت گزارانہ انداز سے بلند آہنگی کی معجزہ کاری سے شعری صورتِ حال کی تشکیل کرتا ہے، اس طرح سے اقبال کے یہاں لسانی عمل کا ایک ایسا معجزاتی وقوعہ واقع ہوتا ہے، جس کی مثال نہیں ملتی، جوش سے اس کے تتبع کے باوجود یہ عمل ممکن نہ ہو سکا کیونکہ اُن کی شاعری میں جوش خود دخیل ہو کر شعری کردار کو معزول کر دیتے ہیں، اور تخلیقیت کے آب و رنگ کو غارت کرتے ہیں۔

ظاہر ہے آنے والی صدی میں اقبال شناسی کے عمل کو ایک بڑے خلیج کا سامنا ہے، اس خلیج سے نمٹنے کے لیے یہ لازمی ہے کہ تنقید کے مروجہ نظریات خاص کر محاکے کے اُس بنے بنائے فریم ورک، جس میں اقبال کو فٹ کیا جاتا ہے، کے بجائے اُن کے کلام اور اس میں پنپنے والی شعریات سے رابطہ قایم کیا جائے، اور یہ دیکھا جائے کہ اُن کی شاعری اقبال سے علیحدگی اختیار کرکے، اور اس اقبال سے، جس سے خود اقبال بھی آگاہ نہیں اپنے وجود کا اثبات کرتے ہوئے کن نادیدہ جہات پر محیط ہے، یہی وہ تنقیدی طریق کار ہے جو اکیسویں صدی میں شاعر اقبال کی انفرادیت اور آفاقیت کے لیے ایک محکم اساس فراہم کر سکتا ہے، یہ دراصل کلامِ اقبال سے اُن کی شعریات کا استخراجی عمل ہے، اور یہی اقبال شناسی کا ایک حقیقی، جامع اور دیرپا طریق کار ہے۔

•

ڈاکٹر بشیر احمد نحوی

اسرار و رموز میں قرآنی آیات کا استعمال

یہ حقیقت کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتی ہے کہ اقبال کے فکری نظام پر قرآن مجید کا اثر اس قدر غالب ہے کہ اپنی شاعری کے آخری دور میں اقبال نے قرآن سے باہر سوچنا تقریباً ترک کر دیا تھا۔ وہ خودی، بے خودی، تصوف، جبر و قدر، عشق و خرد اور مسائل حیات کو خالص قرآنی نقطۂ نظر سے دیکھتے، پرکھتے اور جانچتے رہے۔ فقیر وحید الدین نے اپنی تالیف "روزگار فقیر" جو شاعر مشرق سے چند ملاقاتوں کی یادداشت پر مشتمل ہے۔ میں دو اہم واقعات درج کئے ہیں پہلا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے

"ڈاکٹر صاحب اپنی میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں قیام فرما تھے اس زمانے میں ڈاکٹر صاحب کی قیام گاہ پر ایک نئے ملاقاتی آئے، اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں ــــ اتنے میں انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے ایک سوال کیا۔ کہنے لگے ــ آپ نے مذہب، اقتصادیات، سیاسیات، تاریخ، فلسفہ وغیرہ پر جو کتابیں اب تک پڑھی ہیں، ان میں سب سے زیادہ بلند پایہ اور حکیمانہ کتاب آپ کی نظر سے کون سی گذری ہے۔"

ڈاکٹر صاحب اس سوال کے جواب میں کرسی سے اٹھے اور نو وارد ملاقاتی کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا کہ تم ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں ــــ یہ کہہ کر وہ اندر چلے گئے۔ دو تین منٹ میں واپس آئے

توان کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ اس کتاب کو انہوں نے اس شخص کے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے فرمایا، قرآنِ کریم

مثنوی پس چہ باید کرد میں اقبال اپنے مافی الضمیر کو بغیر کسی لگی لپٹی کے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

بر خور از قرآں اگر خواہی ثبات
در ضمیرش دیدہ ام آبِ حیات

می دہد مارا پیام لاتخف
می رساند بر مقام لاتخف

از تب و تابم نصیب خود بگیر
بعد ازیں ناید چو من مردِ فقیر

گوہر دریائے قرآں سفتہ ام
شرحِ رمزِ صبغۃ اللّٰہ گفتہ ام

دوسرا واقعہ بھی سماعت فرمایئے۔ "مظلوم" عنوان کے تحت فقیر وحید الدین رقمطراز ہیں۔

"بعض ایسے لوگ بھی مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں جو نہ عربی زبان و ادب میں خاطر خواہ استعداد رکھتے ہیں نہ عربِ قدیم کے علمی سرمایہ پر ان کی نگاہ ہے۔ نہ قرآنِ کریم کو ٹھیک طور پر سمجھ سکتے ہیں مگر اپنی اس علمی تہی مائیگی کے باوجود قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کی کوشش فرماتے ہیں:

ڈاکٹر صاحب کو اس قسم کی باتوں سے بڑی اذیت ہوتی تھی۔ وہ اپنی متانت، سنجیدگی اور عالی ظرفی کے باوجود اس غم کو چھپا نہ سکے، ایک بار فرما ہی دیا ـــ قرآنِ کریم اس اعتبار سے بڑا ہی مظلوم صحیفہ ہے کہ جسے دنیا میں اور کوئی کام نہیں ملتا وہ اس کے ترجمہ و تفسیر میں مصروف ہو جاتا ہے ـــ حالانکہ یہ نہایت ہی نازک اور محتاط ذمہ داری ہے۔"

اس مختصر سی تمہید کے بعد میں آپ کی توجہ اسرار و رموز کے ان اشعار کی طرف مرکوز کروں گا جن میں اقبال نے براہِ راست قرآنی آیت یا قرآنی ترکیب کو صوری و معنوی محاسن کے ساتھ استعمال کیا ہے اور قرآن شناسی کا پورا پورا مظاہرہ کیا ہے۔ کلیات اقبال (فارسی) میں سینکڑوں اشعار میں قرآنی نکات، اسرار و معارف، واقعات و قصص اور احکام و مناہی کی طرف مُبلغانہ انداز میں کہیں تو فصیلاً اور کہیں اجمالاً اشارات و کنایات ملتے ہیں،

اسرار خودی اور رموز بے خودی میں متعدد آیات کریمہ کے ذریعے فلسفۂ اخوت و محبت اسلامی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار قدسی صفات افواج کے ساتھ فتح مکہ کیا تو آپ اپنے دیرینہ دشمنوں سے اس موقع پر انتقام لینے کی طاقت رکھتے تھے مگر تاریخ اسلامی کے اوراق گواہ ہیں کہ آپ نے مکہ میں فاتحانہ داخلہ پاتے ہی عام معافی کا اعلان فرمایا اور وہی سلوک روا رکھنے کا وعدہ کیا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سوتیلے بھائیوں سے کیا تھا جو ایک وقت اس کو کنویں میں ڈال چکے تھے۔ حضرت یوسفؑ نے ان سے کہا تھا

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

اقبال اس واقعہ کو یوں سمیٹتے ہیں ؎

آنکہ بر اعدا درِ رحمت کشاد
مکہ را پیغامِ لاتثریب داد

اسرار خودی میں تربیت خودی کے تین مرحلوں کا ذکر کرتے ہوئے مرحلہ اول یعنی اطاعت کے زیر عنوان مختلف نکات پر بات کرتے ہوئے اُس آیت کا حوالہ دیا گیا، جہاں فرمایا گیا کہ 'لوگوں کے لیے نفسانی خواہشات کی چیزوں کو زینت دی گئی ہے جیسے عورتیں اور بیٹے اور جمع کیے ہوئے سونے اور چاندی کے خزانے اور نشان دار گھوڑے اور چوپایے اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی کا فایدہ ہے اور لوٹنے کا بہتر ٹھکانا (حسن المآب) تو اللہ ہی کے پاس ہے ؎

تو ہم از بارِ فرائض سر متاب
برخوری از عندہٗ حسن المآب

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ۔ ذَالِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۔

تربیتِ خودی کے مرحلہ دوم ضبطِ نفس میں اقبال نے قرآن پاک کی دو آیتوں کا سہارا لے کر تلقینِ صلوۃ اور ترغیبِ زکواۃ کی ہے۔

درکفِ مسلم مثالِ خنجر است
قاتلِ فحشاء و بغی و منکر است

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ۔

دوسری آیت جس کو برتا گیا ہے وہ زکواۃ کے بارے میں ہے کہ حُبِ دولت کو زکواۃ مٹا دیتی ہے اور نظریہ مساوات سے ہم آہنگ کرتی ہے

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

حبِ دولت را فنا ساز د زکواۃ
ہم مساوات آشنا ساز د زکواۃ

دل ز حتیٰ تنفقوا محکم کند
زر فزاید الفتِ زر کم کند

مرحلہ سوم یعنی نیابتِ الٰہی میں انسانی صفات و خصوصیات اور خصائل و خصائص کا تذکرہ بڑے بلیغ انداز میں کرتے ہوئے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا

اور

سُبْحَانَ الَّذِىْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى

الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا

مدعائے علم الاسما ستے
سر سبحان الذی اسریٰ ستے

اسرارِ خودی میں مسلمانوں کی زندگی کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ اور مذہب اسلام میں حرصِ ارضی کی حرمت بیان کرتے ہوئے دل کو خدا کے رنگ میں رنگنے کی تلقین کی گئی ہے

صِبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ونحن لہ عٰبدون

قلب را از صبغۃ اللہ رنگ دہ
عشق را ناموس و نام و ننگ دہ

رموزِ بے خودی کے اٹھائیس عنوانات میں اولین عنوان "توحید" کی ضرورت، اہمیت اور ملتِ اسلامیہ کی زندگی میں اس کی اساسی حیثیت واضح کرتے ہوئے اقبال ابراہیمی ایمان کی یاد دہانی کراتے ہوئے قرآن کی درج ذیل آیت کا سہارا لیتے ہیں۔

ھو اجتبٰکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج
ملۃ ابیکم ابراہیم ھو سمّٰکم المسلمین من
قبل وفی ھذا ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ

ما مسلمانیم و اولادِ خلیل
از ابیکم گیر اگر خواہی دلیل

رموز کے دوسرے باب "در معنی ایں کہ یاس و حزن و خوف از ام الخبائث است" میں اقبال مسلمانوں سے مایوسی اور ناامیدی کو دلوں سے دور کرنے اور عزم و توکل کو سینوں میں مستحکم

کرنے کی اہمیت قرآن کی اس آیۂ کریمہ کے ذریعے سمجھاتے ہیں جہاں رسول اللہؐ کے غارِ ثور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ پناہ گزین ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ دشمنانِ توحید و رسالت غار کے دروازے تک آپہنچے تھے۔ ابوبکرؓ بہت پریشان تھے۔ ہر طرف سناٹے کا عالم تھا اور بے سروسامانی کی حالت تھی، لیکن حضور اکرمؐ نے لاتحزن فرما کر ابوبکرؓ کی ہمت افزائی کی

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا

تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ

وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ

كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

اقبال یہ منظر یوں پیش کر چکے ہیں۔

اے کہ در زندانِ غم باشی اسیر
از نبیؐ تعلیم لاتحزن بگیر

ایں سبق صدیق را صدیقؓ کرد
سرخوش از پیمانۂ تحقیق کرد

گر خدا داری زغم آزاد شو
از خیالِ بیش و کم آزاد شو

اسلام نے شرافت و نجابت اور عظمت و بزرگی کا معیار تقویٰ قرار دیا ہے۔ تقویٰ کی صفت کے بغیر دینداری کا دعویٰ ادھورا ہے۔ یہی تقویٰ بنی نوعِ انسان کے اندر اخوت و محبت کا

عالمگیر جذبہ پیدا کرنے کا ضامن ہے۔ اس ضمن میں اقبال نے رموزِ بے خودی میں اخوت و مساوات کی مختلف جہتوں کا تذکرہ بڑے دل نشین پیرائے میں کیا ہے۔ قرآن فرماتا ہے

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

مرسلان و انبیا آبائے او
اکرمِ او نزدِ حق اتقائے او

کُلّ مومن اِخوۃٌ اندر دلش
حریت سرمایۂ آب و گلش

ناشکیبِ امتیازات آمدہ
در نہادِ او مساوات آمدہ

★

اسد اللہ آفاقی

علمدارِ کشمیرؒ اور علامہ اقبالؒ

فکری ہم آہنگی

اس حقیقت سے آپ سب واقف ہیں کہ حضرت شیخ العالم نورالدین ولیؒ کے فکر و عمل کا ماخذ قرآن رہا ہے۔ ایک عام کشمیری بھی ان کے کلام کو "کاشُر قرآن" کہتا ہے۔ اسی لئے انہوں نے انسانی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی مسائل کے حل کے لئے قرآن و سنت اور خلفاء راشدین کی طرف رجوع کرنے کی تعلیم دی ہے۔ انہوں نے اطاعت حق اور عبادت و بندگی ربِ جلیل میں حضرت اُویس قرنیؒ، علمی و فکری استدلال میں حضرت مولانائے رومیؒ، قیادت و جماعت سازی میں سالارِ عجم حضرت امیر کبیرؒ اور تذکیہ نفس کرنے میں کشمیر کے مُقتدر توحید پرست ریشیوں سے رہنمائی حاصل کی تھی۔ انسانی سماج کو نظام عدل و انصاف سے بہرہ ور کرنے کے لئے انہوں نے ایک بہت بڑا قافلہ سخت جان موسوم بہ سلسلہ ریشیہ اویسیہ تیار کر کے حضرت میر محمد ہمدانیؒ کی وطن واپسی کے وقت سے اُن کے اور سُلطان سکندر کے مشورے کے مُطابق تحریک اسلامی کشمیر کی قیادت سنبھالی۔ اور سادات حضرات کو لیکر برابر اپنے یومِ وصال یعنی ۸۴۲ھ تک اس بارِ عظیم کو سنبھالے رہے۔

اس دوران آپ نے زبردست تند و تیز طوفانی ہواؤں کی موجودگی میں نہ صرف حق و انصاف کے چراغ کو بُجھنے سے بچایا بلکہ اس کی روشنی وادی کے ہر تاریک گوشہ تک پہنچا دی۔ مخالف قوتوں کے

برپا کردہ زبردست طوفانِ بدتمیزی اور تحریک اسلامی کے خلاف گھناونی سازشوں کے باوجود بھی آپ کشیری قوم کو ایک پُرکشش، مقبول عام، رواداد، شائستگی سے مالا مال، باہمی بھائی چارے سے پُر، علمی اور فکری بُنیادوں پر اُستوار طرزِ زندگی دینے میں کامیاب ہوئے۔ آپ نے کشیریوں کو حق پرستی کی جدوجہد میں جناب ارجن دیو کی طرح اسلحہ سے لیس ہو کر جم کر لڑنے کی تعلیم دی۔ آپ کو کشمیریت عزیز تھی لیکن اس جذبہ کو آپ نے بڑے حسین اور دلکش انداز میں اسلامی طرزِ فکر و نظر کا تابعدار بنادیا۔ ظاہر داری، مکرو فریب، دُنیا پرستی، ظلم و زیادتی، جبر و زبردستی، توہم پرستی، جہالت، تن آسانی، کاہلی، بزدلی، بے عملی، اندھی تقلید اور غیر علمی استدلال سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ اسی لیئے آپ نے نقلی ریشیوں، علماءِ سو، ظاہر پرست برہمنوں، قلندروں، مشایخوں، مُفتیوں، دُنیا پرست دانشوروں، عیش پرست، دولتمندوں، فحاشی اور ظلم و زیادتی کے رسیا صاحب اقتدار لوگوں کو حدفِ تنقید بنا کر سرِعام ان کے چہروں سے حق پرستی کا مصنوعی لبادہ اُٹھا کر ان کے اصلی چہرے عوام کو دکھائے۔ آپ کا کارنامہ زندگی مشاہدہ کر کے آخر کار عالموں نے آپ کو شیخ العالمؒ، عارفوں نے شمس العارفین، ریشیوں نے ستہ بریشی، حق پرست برہمنوں نے سنہر آنند، حضرت میر محمد ہمدانیؒ نے الصالح، العارف، الکاشف، المجاہد، الشاہد، الذاہد، حضرت بابا داود خاکیؒ نے بحرِ عرفان ادیبوں اور قلمکاروں نے کشمیری زبان و ادب کا بابائے اعظم تاریخ نے قدوۃ العارفین، زبدۃ الواصلین، اسوۃ الکاملین، عمدۃ محققین، آفتاب شریعت و طریقت، مُرتاضِ حقیقت اور عوام الناس نے علمدار کشمیر تسلیم کر لیا۔ آپ کے فکر و عمل کا سفر تین مرحلوں پر مُشتمل ہے۔ نُندہ ریشی۔ علمدار کشمیر اور پھر شیخ العالمؒ۔ اس طرح سالار عجم کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی "از پسر این نیک بیر عالمے سر سبز خواہد شد" رہے علامہ اقبالؒ وہ جب عالم انسانیت کے لئے چشمہ آب حیات کی تلاش میں چل پڑے تو بہت سے آب حیات نما فلسفوں اور نظریاتی سرابوں کے پیچھے دوڑ کر آ کار فخر موجودات حضرت محمدؐ کے دروازے پر وہ سب کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے جس کی اُن کو تلاش تھی۔ اس طرح اُن کا بیشتر کلام اور فکر و عمل کا ماخذ دستورِ انسانیت یعنی قرآن پاک بن

گیا۔ لہٰذا ان دونوں مشہورِ زمانہ رہنماؤں کے فکر و نظر میں جو ہم آہنگی ہمیں ملتی ہے وہ کوئی چونکا دینے والی بات نہیں ہے۔ اگر دونوں میں تقریباً ساڑھے پانچ صدیوں کا عصری بُعد ہے۔ دونوں بزرگ ہستیوں میں اسلامی اور کشمیری الاصل ہونے کے رشتے کے علاوہ ایک اور بات غور طلب ہے کہ علامہ اقبالؒ کے جد امجد حضرت شیخ حاجی بابا لولؒ ئے حضرت شیخ العالمؒ کے آستانہ عالیہ میں قبر نمبر ۳ میں مدفون ہیں۔ وہ سلسلہ ریشیہ اُویسیہ کی طرف سے پنجاب اور مکہ معظمہ روانہ کئے گئے تھے اور واپسی پر انھوں نے پنجاب میں شادی کی تھی۔

بہرحال اِس بارے میں ابھی مزید تحقیق ہو رہی ہے۔ وقت کی کمی کو زیرِ نظر رکھکر میں اصل موضوع بحث کی طرف آتا ہوں۔ اگرچہ پندرہ بیس منٹ میں ساری بات نہیں ہوسکتی پھر بھی میں کوشش کروں گا کہ چند اہم موضوعات پر ان دونوں بزرگ اور مثالی دانشوروں کے فکری ہم آہنگی کے نمونے پیش کروں اور ہاں وقت کی کمی کے باعث میں حضرت شیخ العالمؒ کے کشمیری کلام اور علامہ اقبالؒ کے فارسی کلام کو بغیر اردو زبان کا جامہ پہنائے۔ آپ کے سامنے رکھنے پر مجبور ہوں تو ملاحظہ فرمایئے۔

قرآن اور مُسلمان: حضرت شیخ العالمؒ :-

قران پران کونو موُدکھ
قرآن پران کونو گوٗ سور

قران پران زندہ کیتھ رُودکھ
قرآن پران دہ د منصُور

قران پران کیتھ بے غم رُودکھ
یا متھ پھیری ہتہ بدک ژُور

تمو پوز قرآن یموٗ شب و روزُ دُکھ
ودان ودان گوکھ اُڈجن سوٗر

علامہ اقبالؒ :-

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جُز بہ قرآن زیستن

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار

مسلمان قرآن کا قاری ہی نہیں
بلکہ ایک جیتا جاگتا اور چلتا
پھرتا قرآن ہو۔

حضرت شیخ العالم رح

لا اِلٰہ اِلا اللہ سَحیح کورم
وحی کوٗرم پننٗ پان
وجود ترآوِتھ موجود سُرم
ہر موکھ ڈُچھم پننٗ پان

علامہ اقبال رح :-

ز قرآن پیش خود آئینہ آویز
دِگرگوں گشتہ از خویش بِگُریز
ترا از وے بنہ کردار خود را
قیامت ہائے پیشین را برانگیز

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

سحر خیزی کی اہمیت

حضرت شیخ العالم رح :-

صُبح سُوٗل تے راتھ گیہ آدا
اتہِ کھیوز بیوٗٹھک رادا دِتھ
بانگ تہ صلوات کرٗ مالہ آدا
جنتس نینو نادا دِتھ

سون موٗل چھُے سحر وقتس
تیلہ کم بختس نیندر ییئے

علامہ اقبالؒ:۔ کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے نیند تمہیں پیاری ہے

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

مومن کی وسعت قلبی
اور رواداری
حضرت شیخ العالمؒ:۔ مسلمانن کھیو ہندن   کر بندن توشہِ خدائے

پرتہ یان یس صدرس تلے   تسے دپہ زے مسلمان

یم پرس وو دپہ کار کرن تو
برن بوچھس وودر تے چھہ شاہ

دے دے تہ مترہ بیول ووزے
سگ کنہ دزس ہٹہِ کے رتھ

علامہ اقبالؒ:۔ آدمی از ربط و ضبط تن بہ تن
بر طریق دوستی گامے بزن
بندۂ عشق از خدا گیرد طریق
می شود بر کافر و مومن رفیق
کفر و دین را گیر بہ پنہائے دل
دل اگر بگریزد از دل وائے دل

اِتحادِ ملت اسلامیہ:۔ حضرت شیخ العالمؒ:۔ یود وے اکی وتہٕ محکم آسہٕ ہن
تیلہ مارادِہا کہن گاوٕ

یِخ تُلہ کتر پتہٕ شین تم بیون بیون پیدہ کر آشن
یامت پیکھ آفتابج پرو تامت ترنہ دِن کُنی گو

علامہ اقبالؒ:۔ ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مُبین
ورنہ اِن بکھرے ہوئے تاروں کا کیا

فرد قایم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرُون دریا کچھ نہیں
بُتانِ رنگ وخون کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا
نہ تورانی رہے باقی۔ نہ ایرانی نہ افغانی

حصولِ علم و دانش کیلئے تلقین:۔

حضرت شیخ العالمؒ:۔ علم چھُ بوڈ پتہٕ کلمہ سیت سُودُی
محمد پالتھ۔ یوٚد پکھ وتے

زوٚ پتہٕ جان کر علمی بمہ سادہ پتم کُلٕنی تزاد

علم چھےٚ صندوقس سون زن کھاوُن
ساوس سودا چھےٚ پکُن وتے

عالمن جائے دِن قصورن مشنز

حضرتِ داؤد دِن اِلہام اَنوٗے

عالمن مشنز باگ ہشتن جائے

پہ بوشہِ متن ہمین ابدالن
خوش کلمن بوز کھ معنے
گوش روٹنکھ بیچھٹ سکاسن
ہمن لالن موٗل کس زانے

ریسرچ سکالر

علامہ اقبالؒ :۔
زندگی جہداست واستحقاق نیست
جُز بہ علمِ اَنفس و آفاق نیست
گفت حکمت را خدا خیر کثیر
ہر کجا ایں خیر را بینی بگیر
سیدِ کل صاحبِ اُم الکتاب
پردگیہا بر ضمیرش بے حجاب
گرچہ عین ذات را بے پردہ دید
ربِ زِدنی علما ، از زبان او چکید

جرم ضعیفی کی سزا
مرگ مفاجات

حضرت شیخ العالمؒ :۔
کاڈ گھے گوٗج کان ستتس
ینوتس مرن پیوہ

علامہ اقبالؒ :۔ تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

عالم انسانیت کے لئے نظام عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے جد و جہد کی ترغیب :۔

حضرت شیخ العالمؒ :۔ بیٹھ واوِ ہلے ژونگ کُس زالے
تِلہ کِنہِ زالے علم تہ دِین
پَر کِتھ ترٲوِتھ سو کِتھ پالے
سورے علم چھُس الف لام میم
آسہا آدمی فیرہ ہلنۓ
سارسی عالمس انہا لۓ کِتھ

علامہ اقبالؒ :۔ مومنان را گفت آں سلطانِ دین
سجدے من این ہمہ روئے زمین
سخت کوشد بندہ پاکیزہ کیش
تا بگیرد مسجدِ مولائے خویش
تا خلافت کی بناء دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

ہوا ہے گو تُند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

فقرِ غیور

حضرت شیخ العالمؒ :- فقر چھُے دوزخس وُرُن ٹھہرِ
فقر چھُے انبیاہَن ہوندی خوٚئے
یہ کینژھا خدا ین تہ رسولن دِلو
تی یم پول سہ ژاوَ گرنٛدے

علامہ اقبالؒ :- فقر ذوق و شوق تسلیم و رضا است
ما امینم ایں متاعِ مصطفیٰؐ است
فقر قرآں احتسابِ ہست و بود
نے رباب و مستی و رقص و سرود

عشق لا اِلٰہ ایک خونی قبا :-

حضرت شیخ العالمؒ :- عشق چھُے گنہ تلہ وبب بھرن
عشق چھُے کنٛڈ زنٛڈوٗ ٹھرُن
عشق چھُے کُن شُر ماجہ مرُن
عشق چھُے کرہ تجہ سرِ دارن
عشق چھُے غنیمس بُتھہِ نیرن
عشق چھُے رَتہ جامہ بدن پائرن

علامہ اقبالؒ :- صدقِ خلیل بھی ہے عشق صبرِ حسینؑ بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق
قبائے لا اِلٰہ خونی قبا است
کہ بر بالائے نامرداں دراز است

عشق را در خون تپیدن آرزو است

ازہ و چوب و رسن عیدین اوست

خطر پسندی اور سخت جانی

کامیابی کے لئے شرطِ اولین حضرت شیخ العالمؒ :- وش کھت بوہ نہ زوس ترلیشہ سر

دشکھ سکھ زوس ٹوکھ لاس نفرہ

تولہ دآیخ کنڈ نے لارن

تام کتہ چھاو زِ ہارن ہیے

کانن تہندن دارہ زنہ سپر

کرتجہ چھوکن پھرزس نہ روئے

بلایہ تہنزہ وِندزیکھ شکر

تیلہ چھے یتہ کھیو تتہ آبروئے

ژالن چھے وزملہ تہ ترٹے

ژالن چھے مندہ نیس گنڈ کار

ژالن چھے پربتس کرن اٹے

ژالن چھے منز اکھس ہوُن نار

ژالن چھے پان کڈن گرٹے

ژالن چھے کھین یکہ وِٹہ زہر کھار

علامہ اقبالؒ :- تمنا آبرو کی ہو اگر گلزار ہستی میں

تو کانٹوں سے الجھ کر زندگی کرنے کی خو کرلے

امتحان پاک مردان از بلا است
تشنگاں را تشنہ تر کردن روا است

از بلا ہا پختہ تر گردد خودی

بگیر اے ساربان راہ دراز است

اگر خواہی حیات اندر خطر زی
دگر خواہی سلامت بر کنار است

ثابت کے بجائے سیّارہ
بننے کی تلقین — حضرت شیخ العالمؒ:

کوّل چھ دواں مہ یاد کنے
اکسی جائے رہت کتھ
آسہے آدمی فیرہ ہا نے
سارسی عالمس انہٕ ہلئے کتھ
چھُس نہ آدمی گوس ناضائعے
اُکسی جائے رہت کتھ

علامہ اقبالؒ:

کہا پہاڑ کی ندی نے سنگ ریزے سے
فتادگی و سرافگندگی تیری معراج
تیرا یہ حال کہ پامال و درمند ہے تو
میری یہ شان کہ دریا بھی ہے میرا محتاج

جہاں میں تو کسی دیوار سے نہ ٹکرایا
کسے خبر کہ تو ہے سنگ خارا کہ زجاج

ساحل افتادہ گفت گرچہ بسے زیستم
ہیچ نہ معلوم شد آہ کہ من چیستم
موج ز خود رفتہ تیز خرامیدہ گفت
ہستم اگر مے روم . گر نہ روم نیستم

خودیابی سے خودی
بے خودی اور خدایابی
کی منزلیں ملتی ہیں

—•—

حضرت شیخ العالمؒ

پانس نعلق پانے آسکھ
پانے پانس آسکھ دُور
زندے مرکھ مرتھ کسکھ
چوان ادہ دنے معرفت صدور
دوئی یود کاسک ژی ادہ آسکھ
انّہٗ علیمٌ بذاتِ صدور

—•—

نفس پرزنتھ خدا چھُے

—•—

علامہ اقبالؒ

زندگی خود را بخویش آراستن
بر وجود خود شہادت خواستن
شاہد اول شعور خویشتن
خویش را دیدن بنور خویشتن

شاہد ثانی شعور دیگرے
خویش را دیدن بنورِ دیگرے
شاہد ثالث شعورِ ذاتِ حق
خویش را دیدن بنورِ ذاتِ حق

علامہ رومیؒ :-

—•—

خویش را صافی کُن از اوصاف خود
تا بہ بینی ذات پاک صاف خود

—•—

جہد کن در بے خودی خود را بیاب

—•—

خوف وغم کا واحد علاج توحید خالص

حضرت شیخ العالمؒ :-

دال گوم میلتھ الفس تہ خیس
ام حیتھ کورم بیس ناش
شش کل ترویرم احدہ کس پیس
میمہ روس احمد لبمُ راش
شیٔ‌ٔ فیورُس مُبیس مُیس
اَدہ پر موکلیم تہ کدُم داش

علامہ اقبالؒ :-

گر خدا داری زغم آزاد شو
از خیال بیش وکم آزاد شو
تا عصائے لا اِلٰہ داری بدست
ہر طلسم خوف را خواہی شکست

ہر کہ در اقلیم لا آباد شُد
فارغ از بندِ زن و اولاد شُد

مردِ مومن کی بے نیازی:۔

حضرت شیخ العالمؒ:۔ کُس پیٚتھ کُن بے غرض تے
کُس آسہِ دِلس تیوت وُسعت
جنتکہ ہا دس تہ دوزخہ بیٚیہ
دیٚیہ تِچھی کران عبادت

—•—

علامہ اقبالؒ:۔ خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز

—•—

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

—•—

نہیں جنسِ ثوابِ آخرت کی آرزو مجھ کو
وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں

سعی ناتمام مقصد زندگی ہے

—•—

حضرت شیخ العالمؒ:۔ عشق نارہ مہ وانخ برزم چھُم عشقے معشوق ہمن سیتی

علامہ اقبالؒ:۔ یم عشق کشتی من بم عشق ساحل من
نہ غم سفینہ دارم نہ سر کرانہ دارم

تسخیر کائنات انسان کا
اصل ہدف

حضرت شیخ العالمؒ :- صاحب سو وچھے بہت دُکانس
ساری منگان چھس کینژھا دِ ہ
روٹ لو کانہہ رٲچھ نو دانس
یہ بایہ گرژھی تہِ بایہ نہٕ

علامہ اقبالؒ :- جستجو را محکم از تدبیر کُن
انفس و آفاق را تسخیر کُن

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے

مولانا رومیؒ

علماء کو پرکھنے کی کسوٹی

حضرت شیخ العالمؒ :- نیر شوبل تہ اندرہ شومی منبرن کھسن تہٕ کریہ کار
ملہ اے آسہٕ زنہ مولوی رومی نتہ ملہ وچھتہ پرزا استغفار

علامہ اقبالؒ :- عالمان از علم قرآں بے نیاز
صوفیاں درندہ گرگ و مود راز
بے خبر از سر دین اند ایں ہمہ
اہل کین اند اہل کین اند ایں ہمہ
پیر رومیؒ را رفیق راہ ساز
تا خدا بخشد تو را سوز و گداز

حضرت شیخ العالمؒ:۔ آ سہکھ لے تاز تہ شوبہ ھیکھ آخرس
خرہِ پر گنڈِتھ برس سیتی
ژھک نہ تاز تہِ سمکھنہ خرس
دوہ دِین راوِتھ گرس سیتی

—•—

مجاہدن ترگ تہ سلاح پورن
ننکھ مدینہ کن ۔ لوہ دورن منز

—•—

فنبہ کائیس سلاح پورتو
لاگِتھ نیر تو ارزن دیو

—•—

علامہ اقبالؒ:۔ ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے مِلّت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام ہے الحاد
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوّتِ بازو
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقلِ خدا داد
اے مردِ خدا تجھ کو وہ قوّت نہیں حاصل
جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد

شاہین کیلئے بزدلی اور دُنیا پرستی حرام ہے

حضرت شیخ العالمؒ:۔ پلناہ کریم دِوہ کن دلاتے بم دنیا ہن کودم راتہ موغل
شہہ پر تھکم نزرنہ کھوتے سونس رُودم نہ کانژن مول

کاوَوَ ہٕ گاٹنو کرہم بلاتے سمتھ گبراچھو کو رہم غوٗل

—•—

چھِ پازس آپران کو کر تچھان

—•—

بأز ڈینٹھم کھٹھ کنن کشال
رانہ ہونزس ڈینوٹھم پرنان کاو
بأز آسہٕ بند تہ آزاد گاٹنھ
آسہٕ بأز دنن تہ تہ پاتھل گاٹنھ

—•—

علامہ اقبالؒ :-

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

—•—

خیابانیوں سے ہے پرہیز لازم
ادائیں ہے ان کی بہت دلبرانہ

—•—

زاغ کہتا ہے نہایت بدنُما ہیں تیرے پر
شپرک کہتی ہے تُجھ کو کورِ چشم و بے ہُنر
لیکن اے شہباز یہ مرغانِ صحرا کے اچھُوت
ہیں فضائے نیل گوں کے پیچ و خم سے بے خبر
ان کو کیا معلوم اس طائر کے احوال و مقام
روح ہے جس کی دم پرواز سرتا پا نظر

گذر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں
کہ شاہین کے لئے ذلت ہے کارِ آشیاں بندی

شریعت کی مکمل پابندی:۔

حضرت شیخ العالمؒ:۔ سہہ آسہٕ زہ تہٕ شال نٹنرے
شرعک سوتھ ژٹنز نہ زانہہ
ژھانٹ زانہٕ زہ تہٕ بھٹہٕ تل پٹانے
پزس روے کھٹہٕ ز نہ زانہہ

علامہ اقبالؒ:۔

در شریعت معنی دیگر مجو — غیر ضو در باطن گوہر مجو
ایں گوہر را خود خدا گوہر گر است
ظاہرش گوہر بطونش گوہر است
علم حق غیر از شریعت ہیچ نیت
اصل سنت جز محبت ہیچ نیست
تا تو گویم سر اسلام است شرع
شرع آغاز است و انجام است شرع

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا
کو خراج عقیدت — حضرت شیخ العالمؒ:۔ کور رائے رسولہٕ خود ابیس زائے
سوئے کور زبینہٕ آیہ عالمس شوب
سوئے کور شاہس باگنہٕ آئے
تس اتھہٕ زائے زہ اپروب

علامہ اقبالؒ:۔ نورِ چشم رحمۃ للعالمینؐ — آن امام اولین و آخرین

بانوئے آں تاجدارِ اھل اَتیٰ   مرتضیٰؓ مشکل کشا شیرِ خدا

مادرِ آں مرکزِ پرکارِ حق   مادرِ آں کارواں سالارِ حق

خطاب بہ دختران ملت

حضرتِ شیخ العالمؒ :- پٔلی پرٛ پرُش نہ سأر

کورِ لے کر آشِس نہ وارِ ون۔

کاٚل ہے زالہ نے دوزخن زار

لِزتھ ہے پنن ترٛاوکھ سور زن

ادہ کیا ترٛاو کھ اشن دار

کورِ لے کر آشِس نہ وارِ ون

علامہ اقبالؒ :- مار پیچان از خم و پیچش گریز

زیرِ پائش را بخون خود مریز

از امومت زرد روئے مادران

اے خنک آزادیِ بے شوہران

فطرتِ تو جذبہ ہا دارد بلند

چشمِ ہوش از اسوۂ زہرا مبند

عزازیل اور توحید خالص

حضرتِ شیخ العالمؒ :- وۄڈا ابلیسن ڈکھ لوگم دورس

سیٹھاہ کریمس عبادت

کم پو دور رمتہ منصورس

تس تہ میہ آس کُنی کتھ

تس ژول نیر بتھ انٔ منصورس

شاباش کوٗرنس بڈٕ رحمت

مے چھم ژھیپہ زٔن دیاوان ژورس

"مردود میا بیو رٔٹو لعنت"

بہ اوسس واقف تہندس سیرس

معلوم آسم سٕہ حقیقت

تم بیلہ لودنم بہ کتیو لورس

اتھ معنہِ ژارن اہلِ معرفت

اسہ سارن کور ایذاتم

دیہ کیا تام کورتھس ژے

علامہ اقبالؒ :۔ اے خدائے کن فکان مجھ کو نہ تھا آدم سے بیر

آہ وہ زندانیٔ نزدیک و دور و دیر و زوٗد

حرفِ استکبار تیرے سامنے ممکن نہ تھا

ہاں مگر تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود

—•—

اُسے صبحِ ازل انکار کی جُرات ہوئی کیونکر

مجھے معلوم کیا ؟ وہ رازداں تیرا ہے یا میرا

منصور حلاج :۔ حضرت شیخ العالمؒ نے منصور حلاج پہ ایک لمبی نظم رقم کی ہے جس میں اس

کو بڑا بھائی کہہ کر پہلے سخت طعنے دئے ہیں کہ منصور جلوۂ حق کی ایک جھلک دیکھ کر ہی بے قابو ہو گیا۔ تنقید کے بعد منصور کو فتح مند قرار دیا ہے اور اُسے عارفوں کا سردار بتایا ہے۔ ملاحظہ ہو مطلع

مطلع۔ چھ پیس کو نہ سنہ ژاجن منصور کاکس وناجن گئے

مقطع:۔

عاشقن تہٕ عارفن دِتھا بادِن کتھا تھاوِن سمارٕ سے

دارس لو دکھ کو نہ سنہ مود و نارس لو بکیھ دود مو

عارفو تہ عاشقو تورے ودو منصورہ اوس تہ مود مو

علامہ اقبالؒ:۔ علامہ اقبالؒ نے بھی مختلف فکری زاویوں سے منصور حلاج کے بارے میں طبع آزمائی کی ہے۔

شروعات یُوں کی ہیں:۔

کم نگاہاں فتنہ ہا انگیختند

بندۂ حق را بہ دار آویختند

دونوں دانشوروں نے منصور کو بندۂ حق تسلیم کیا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ علامہ اقبالؒ نے منصور کو اہل فراق میں جگہ دی ہے جبکہ حضرت شیخ العالمؒ نے منصور کو اہل عرفان میں سے بتایا ہے۔

تصویر مومن:۔ اس موضوع پر دونوں مفکرین نے بہت کچھ کہا ہے نمونتاً چند اشعار سُناتا ہوں۔

حضرت شیخ العالمؒ:۔ انگہ زن خوشبو موکھ زن ڈُدی

نشہ ڈُ دِن آسہ لو دہ کھتن ہت مان

سوستی کرِیہ تہ دوستی کرودِی

سُے دپنزے مُسلمان

دینچہ کامہ کر ابدا لی

آسنہٕ زرچہ مُشکل کا مان

ژنتہ کیوہ سرمدہ والی

ژالہِ گوب وُژُن او مان (قولاً ثقیلا)

یہ پرس پرنہ تہ پانس پالی

سُے دپنزے مُسلمان

اسی طرح علامہ کی مومن کی تصویر کشی کا نمونہ یوں ہے:۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن

گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

قوم کا شکوہ اللہ تعالیٰ سے

حضرت شیخ العالم رح:۔ آرہ پلن منثر ناگہ رادا رودُس

ساداہ رودُس ژورن منثر

مڈہ گرن منثر گوراہ رودس

راژہ ہونزاہ رودُس کادن منثر

علامہ اقبال رح:۔ میں بندہ ناداں ہوں مگر شکر ہے تیرا

رکھتا ہوں نہاں خانۂ لاہوت سے پیوند

اِک ولولۂ تازہ دیا مَیں نے دلوں کو
لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند
لیکن مجھے پیدا کیا اُس دیس میں تو نے
جس دیس کے بندے ہیں غلامی پہ رضامند

خدا سے نامہ اعمال پس پردہ پڑھنے کی دُعا: حضرت شیخ العالمؒ :۔ کھٹت پرزے ژُھتہ ژھچہ زے
کھٹت دِزے صدرس تار
ژنتہ بیہ کس وَنتھ کرنے
بار خدایا پاپ نوار

محمدؐ صاحب متہ مشراوتون
اسہ نن دوزخس تمن روزِ کتھ

علامہ اقبالؒ :۔ تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفےؐ پنہاں بگیر

ڈاکٹر تسکینہ فاضل

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل

اقبال کی شاعری کے کسی بھی پہلو یا موضوع کو زیر بحث لانے کی خاطر اقبال کے فکری اور شعری میلانات، مطالعات، اور اس نوع کے دیگر عناصر کا مطالعہ کرنا ازبس ضروری ہے۔ ایک عظیم فن کار کی طرح اقبال کی شاعری اپنے اندر بڑی وسعت تنوع، ہمہ گیری اور تہہ داری رکھتی ہے۔ اقبال کی شاعری کا باقاعدہ ایک فکری ارتقاء ملتا ہے، اُسی طرح جس طرح ایک بڑے فن کار کے یہاں فکر کا ارتقاء ملتا ہے۔ اقبال ایک بڑے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑے مفکر کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ اُن کی شاعری اور فکر کو دو الگ الگ خانوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ اُن کے یہاں کسی باقاعدہ نظامِ فکر کی تلاش کرنا بھی بے سود ہے۔ اقبال نے مشرقی فکر کے ساتھ ساتھ مغرب کے مفکرین کا بھی مطالعہ کیا تھا۔ اُن کی نگاہ بڑی نکتہ رس، مطالعہ وسیع، مشاہدہ تیز اور فہم و ادراک بڑے غضب کا تھا۔ اُن کی شاعری پورے بنی نوع انسان کے لیے پیغامِ حیات کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس طرح اقبال کے پیغام کی نوعیت عالمگیر یا آفاقی ہے اس میں مذہب و ملت اور رنگ و نسل کی کوئی تخصیص نہیں تاہم اُن کی شاعری کا بیشتر حصہ ایسا ہے جس میں براہ راست مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔

یہ سلسلہ "بانگِ درا" سے لیکر کے اُن کے آخری مجموعے "ارمغانِ حجاز" تک جاری رہا ہے۔ غالباً اسی سبب کے تحت اقبال کو مسلمانوں کا شاعر کہا گیا ہے۔ اقبال کو صرف مسلمانوں کا شاعر قرار دیکر کے انہیں ایک خول میں بند کر دینا یا اُن کے شعری اور فکری کینوس کو محدود کر دینا ہرگز صحیح نہیں۔ اُن کا شعری اور فکری کینوس وسعت اور تنوع کا حامل ہے۔ اقبال جب مسلمان سے مخاطب ہوتے ہیں تو مسلمان سے اُن کی مراد وہ انسان ہے۔ جو نہ صرف نام کے اعتبار سے مسلمان ہو بلکہ جس کے اعمال مسلمان کے ہوں، اس طرح مسلمان کا لفظ انہوں نے وسیع تناظر میں استعمال کیا ہے ؎

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ سمجھے ہیں کہ آسان ہے مسلمان ہونا

یہ بات مسلّم ہے کہ اقبال مسلمانوں کے تئیں ایک والہانہ جذبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک حساس اور باشعور مُسلمان ہونے کے ناتے وہ مسلمانوں کے انحطاط و زوال پر سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر کرتے رہے اور اس کے سدّباب کے لیے راہیں تلاش کرتے رہے۔ انہیں شدید احساس تھا کہ مسلمانوں کا ماضی بڑا پُر شکوہ اور شاندار رہا ہے اور پھر اس پُر شکوہ اور شاندار ماضی کے پسِ منظر میں جب وہ موجودہ دور کے مُسلمانوں کی حالت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو انہیں بڑا دکھ ہوتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی حالت زار پر ان کی شاعری میں شدید ردِ عمل ملتا ہے۔ یہ ردِ عمل کہیں جوابِ شکوہ کی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔ کہیں اس نے کوئی اور صورت اختیار کی ہے، غرض ہر شکل و صورت کی پیش کش سے اقبال کا یہی مقصود ہے کہ وہ مسلمان جو ایک زمانے میں رگِ باطل کے لیے ایک نشتر کی حیثیت رکھتا تھا، وہ مسلمان جو کبھی بُت شکن تھا اور وہ مسلمان جو کبھی پوری دنیا کے لیے ایک نمونہ تھا، وہی مسلمان جو اب اپنے اخلاق اور کردار کی پستی، یا گراوٹ کے لحاظ سے یہود و النصاریٰ سے بھی بدتر ہو چکا ہے، از سرِ نو اپنی عظمتِ رفتہ کو حاصل کرنے کے لیے سرگرمِ عمل ہو۔ چنانچہ یہی مسلمان جب اپنے خدا کے حضور مسلمانوں کو نظر انداز

کرنے اور غیروں پر فیض و کرم کی بارش کرنے پر شکوہ سنج ہوتا ہے تو اقبال اُسے اُس کی نکو کاری کا آئینہ دکھا کر اُسے شرمسار ہونے کا موقع دیتے ہیں تاکہ وہ اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چل کر حقیقی معنوں میں مسلمان کہلانے کا اہل ہو سکے۔

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو　　نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو　　بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو

ہوں کو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے؟

خلیفہ عبدالحکیم کے الفاظ میں "مسلمانوں کے اعمال اور ان کی سیرت کا صحیح نقشہ وہی ہے جو "جوابِ شکوہ" میں خدا کی زبان سے بیان ہوا ہے[1]۔ مسلمان کے بُرے اور قبیح اعمال کی تصویر کشی کے پس پُشت اقبال کا یہی مقصد کارفرما ہے کہ وہ اپنے کردار کی اصلاح کر کے بنی نوع انسان کے لیے ایک نمونہ بن جائے۔ اقبال حقیقی معنوں میں حکیم ملت تھے۔ کیونکہ انہوں نے امت مُسلمہ کے انحطاط و زوال پر نہ صرف شدید ردعمل کا اظہار کیا ہے بلکہ وہ اس مرض کی تشخیص اور علاج کرنا بھی بخوبی جانتے تھے۔ اُن کے نزدیک اُمت مسلمہ کے انحطاط زوال کا بنیادی سبب مسلمان کا تارکِ قرآن اور تارکِ آئینِ رسول مختارؐ ہونا ہے۔

گر تو می خواہی مسلمان زیستن　　نیست ممکن جُز بہ قرآن زیستن

اور

کچھ بھی تمہیں پیغامِ محمدؐ کا پاس نہیں

اقبال کو شکوہ ہے کہ مسلمان کا قلب سوز سے عاری ہے اور اس کی روح احساس سے نابلد ہے اُسے شعارِ صاحب یثرب کا کوئی پاس نہیں۔ انہیں یقین ہے کہ مسلمان قرآن کو اپنا رہبر بنا لے

---

[1]۔ خلیفہ عبدالحکیم۔ فکرِ اقبال۔ ص ۹۸

قانونِ الٰہی کی پابندی کرے اور سنتِ رسولؐ کی پیروی کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ پھر سے دنیا میں عزت و سرخروئی حاصل نہ کرے۔ اقبال کی فکر کا سرچشمہ قرآن پاک ہے۔ انہوں نے ایک مقام پر حلیفہ بیان دے کر کہا ہے کہ اگر میں نے اپنی شاعری میں قرآن کے سوا کسی اور چیز کو پیش کرنے کی کوشش کی ہو تو خدا روزِ محشر کو نبی برحقؐ کے پائے نازنین کے بوسے سے مجھے محروم کردے۔ قرآن پاک کے بعد اقبال نے اپنے مرشد معنوی مولانا روم کی مثنوی سے فیضان حاصل کیا ہے۔ اپنے آخری ایام میں علالت کے دوران جب انہوں نے کتابوں کا مطالعہ کرنا تقریباً ترک ہی کر دیا تھا صرف یہی دو کتابیں اُن کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں۔ اُن کی فکر کے یہ دونوں سرچشمے اُن کی تخلیقات کو جلا بخشتے رہے ہیں۔ اقبال کو اپنی امت سے کس قدر والہانہ لگاؤ اور ہمدردی تھی اس کا اندازہ اُن کے کلام کے بالاستیعاب مطالعے سے ہوتا ہے۔ وہ اس قوم کو عروج کی انتہا پر دیکھنے کے دل سے خواہاں ہیں۔ "بانگِ درا" کی ایک نظم بعنوان "دعا" میں اپنی قوم کے پھر سے عظمت رفتہ حاصل ہونے پر یوں دست بدعا ہیں ؎

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے   جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے
پھر وادیِ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے   پھر شوقِ تماشا دے پھر ذوقِ نظارہ دے
محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے   دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے

میں بلبلِ نالاں ہوں اک اجڑے ہوئے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

اقبال نے خوابیدہ قوم کو بیدار کرنے اور اس میں ایک نئی روح پھونکنے کی جا بجا کوشش کی ہے۔ لیکن جب ملتِ اسلامیہ میں انہیں اس بات کا احساس ہو جاتا ہے کہ وہ ایک ایسی خوابیدہ اور غافل قوم کو بیدار کرنے کی کوشش کر رہا ہے جو احساس سے عاری ہے، نہ اس کے جوان ہمت خواہ ہیں اور نہ ہی اس کے پیر دل بیدار رکھتے ہیں ؎

کہاں اقبال تو نے آ بنایا آشیاں اپنا   نوا اس باغ میں بلبل کو ہے سامانِ رسوائی

قوم کی ناگفتہ بہہ حالت کے مناظر دیکھ کر جب اُن سے خاموش نہیں رہا جا سکتا تو خود ہی اپنے آپ کو کسی صحرا کی تنہائی اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں ؎

نہیں ضبطِ نوا ممکن تو اڑ جا اس گلستان سے
کہ اس محفل سے خوشتر ہے کسی صحرا کی تنہائی

مگر اقبال کے یہاں یہ یاس اور افسردگی مستقل نہیں بلکہ ایک عارضی یا اضطراری کیفیت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور پھر زندگی امید و بیم کی باہمی کش مکش کا نام ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یاس انگیزی اور افسردگی اقبال کا شیوہ نہیں۔ یاس کی ان آتی جاتی عارضی لہروں کے باوجود ان کے کلام میں امید کی کرنیں بڑی ہی روشن اور تابناک نظر آتی ہیں۔ اور پھر اسلام اور مسلمانوں کا نصب العین خود بھی تو اپنی زبان سے کہتا ہے:

"آخر کار کیا یہ صداقت نہیں کہ توحید ہی حقیقت و کائنات ہے اور خدا نے مجھے اس کا شاہد بنایا ہے۔ اگر یہ تصور مٹ گیا تو نوع انسان رسوا ہو جائے گی"[1]

اور پھر یہ اشعار ملاحظہ کیجیے ؎

ہم نشیں! مسلم ہوں میں توحید کا حامل ہوں میں
اس صداقت پر ازل سے شاہدِ عادل ہوں میں
نبضِ موجودات میں پیدا حرارت اس سے ہے
اور مسلم کے تخیل میں جسارت اس سے ہے
حق نے عالم اس صداقت کے لیے پیدا کیا
اور مجھے اس کی حفاظت کے لیے پیدا کیا

---

[1] - خلیفہ عبدالحکیم - فکر اقبال - ص ۱۱۰

قسمتِ عالم کا مسلم کوکب تابندہ ہے
جس کی تابانی سے افسونِ سحر شرمندہ ہے

کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے
ہے بھروسا اپنی ملّت کے مقدر پر مجھے

یاس کے عنصر سے ہے آزاد میرا روزگار
فتحِ کامل کی خبر دیتا ہے جوشِ کارزار

سامنے رکھتا ہوں اس دورِ نشاط افزا کو میں
دیکھتا ہوں دوش کے آئینے میں فردا کو میں

★

ڈاکٹر حیات عامر حسینی

فلسفیانے کا عمل

ایک بحث

۱۔ فلسفہ کیا ہے؟

یہ سوال فلسفہ کی ابتداء سے ہی اُٹھایا گیا۔ اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں اور ان جوابات اور اس لفظ کی مختلف توجیہات کی گئیں۔ یوں ایک معمہ کی طرح یہ لفظ ابتداء میں جیسے گنجلک اور مختلف المعانی بنا رہا، اب بھی ہے۔ کیا فلسفہ ایک "گارگن" ہے۔ جس کے مختلف روپ ہیں۔ اتنے بھیانک کہ ان کی کوئی توجیہہ ہی نہیں ہو سکتی۔

کیا فلسفہ ایک فوق سائینس (Super Science) ہے یا محض الفاظ کا ایک کھیل یا جیسا کہ اس صدی کے عظیم تحلیلی فلسفی وٹگنسٹین کا یہ مقولہ کہ یہ سیاہ رات میں کالی بلّی کی تلاش والی بات ہے۔ معاملہ صرف اتنا ہی ہوتا تو بحث ختم ہو جاتی، لیکن جس کسی بات تشریح یا توجیہہ کو مان لیں وہ ہزاروں چکرا دینے والے حیران و پریشان کن سوالات کو جنم دیتی ہے لیکن اس کے باوجود اب تک فلسفہ ہر ذہین و فطین انسان کا دائرہ کار رہا ہے، یا اس کی اس میں دلچسپی رہی ہے فضول باتوں کیلئے کس کے پاس وقت ہے۔ اگر فلسفہ ایک فضول اور بے معنی شے ہوتی تو پھر ہر بڑا سائینسداں، متکلم، ماہر قانون، ماہر فن، مذہبی عالم اور زندگی کے مختلف اہم شعبوں کے ماہرین

اس پہ کیوں اپنا وقت صرف کرتے یا کیوں اپنے علوم میں اس کو داخل کرتے ۔ اب بات جو بھی ہو یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ کچھ تو ہے جو ایک ساحرہ کی طرح ہر ایک کو اپنی گرفت میں کر رہا ہے ۔

جاننے اور تحقیق کا مسئلہ کسی بھی علم یا کسی بھی مسئلہ سے متعلق ہو علمیات کا مسئلہ ہے کیونکہ علمیات کا تعلق جاننے، اس کی 'ماہیت' اور 'حدود' سے ہے۔ علمیات گرچہ فلسفہ کی ہی ایک شاخ ہے، لیکن غور سے دیکھا جائے تو یہ فلسفہ کے پورے عمل پر محیط ہے ۔ سقراط نے جاننے کے عمل کو ہی فلسفہ یا عمل فلسفہ کہا تھا اور آج بھی جب تحلیلی فلاسفہ اس کے دائرہ کار کی بات کرتے ہیں تو وہ علمیات کے مباحث میں الجھ جاتے ہیں۔

یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔ فلسفہ کو دانائی یا دانائی کی تلاش کہا جائے ۔ یا اس کے مختلف شعبوں مثلاً وجودیات، اخلاقیات یا جمالیات پہ بحث ہو تو مسئلہ پہلے ان علوم کے دائرہ کار، عمل یا طریقہ عمل کا پیدا ہوتا ہے۔" وجود کیا ہے"؟ اس کی 'ماہیت' کیا ہے؟ اس کے حدود و کوائف کیا ہیں؟ اخلاق کے کیا معنی ہیں۔ اخلاق کی کیا اور کتنی سطحیں ہیں؟ اس کا عملی یا نظری اطلاق کیسے ہوتا ہے؟ حسن کیا ہے؟ اس کے کیا کوائف ہیں؟ خوبصورتی اور بدصورتی میں کیا فرق ہے؟ وغیرہ

ظاہر ہے یہ سب سوالات علمیات کے ہیں اور یہ عمل علم یا جاننے کا ہے ۔ ٹھیک اسی طرح طبعیات، کیمیا، حیوانات، اقتصادیات، سیاسیات اور شعریات کا معاملہ بھی ہے ذرہ کیا ہے؟ اس کائنات کی تخلیق میں ذرّہ کا کیا کردار ہے، کیمیائی عمل کیسے ہوتا ہے، اس کے اثرات کیا ہیں، زندگی کیا ہے کیا زندگی ارتقاء کا نتیجہ ہے ۔ بجائے خود ارتقاء کیا ہے، مادہ کیا ہے، مادہ اور روح کا کیا تعلق ہے، مادی تعلقات سے کیا مراد ہے؟ انسان ایک 'فرد واحد' کی صورت میں رہے یا اس کے لئے اجتماع، یا اجتماعی زندگی ضروری ہے۔ فن کیا ہے؟ کیا یہ تخلیقی عمل ہے؟ یا اس کا نتیجہ ہے یا اس کا انسان کے تخلیقی عمل سے کیا تعلق ہے تخلیقی عمل سے کیا مراد ہے؟ وغیرہ

ان اور ایسے ہی دسیوں سوالات پر غور کیجئے تو واضح طور پر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان کا تعلق جاننے سے ہے۔ اب ان سوالات کی پوری ماہیت کو سامنے رکھیئے تو فلسفہ کے بارے میں غور و فکر اور اس کے حدود و قیود اور تعلقات اور لوازمات یعنی فلسفہ کے عمل سے متعلق کئی اہم سوالات اُبھر آتے ہیں۔

لیکن مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جب بھی فلسفہ کے متعلق بات ہو تو ان چار سوالات کو سمجھنا بہت ضروری بن جاتا ہے۔

۱۔ فلسفیانے کا عمل Philosophization اور آگہی Illumination کیا ہے؟

۲۔ فلسفیانہ عمل Philosophical Process سے کیا مراد ہے؟

۳۔ ترسیل اور عمل ترسیل کے کیا معنی ہیں؟

۴۔ حواس، حسی عمل Sensuous Process عقل Reason عقلیت Rationality اور Rationalization تنظیم عقلی، وجدان Intuition عمل وجدان Intuitional Process اور وحی Revelation اور عمل وحی Revelational Process اور ان کی حقیقت و ماہیت کیا ہے اور ان کے حدود و قیود اور حیثیت کیا ہے؟

ہم نے اوپر جو سوالات اُٹھائے ہیں وہ، اور جدید فلسفیانہ تناظر سائینس، سُپر سائینس اور سائنسیت کے بارے میں کئی ایسے سوالات کو جنم دیتا ہے، جو انتہائی اہم بھی ہیں اور پریشان کُن بھی۔ فلسفیانہ عمل کے دوران، یا فلسفہ کے وجود، ہیت اور دائرہ کار یا فلسفیانہ سوالات پر بحث کرتے ہوئے انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

وجوہات واضح ہیں

(الف) اس لئے کہ فلسفہ کا تعلق زندگی، انسان اور کائنات کی حقیقت اور ان سے متعلق سوالات سے ہے

(ب) موجودہ سائینس کی تیز رفتار ترقی نے انسانی زندگی کو بدل کے رکھ دیا ہے۔ وہ جس زمین پر رہتا ہے

اسے اُس نے تسخیر کر لیا ہے اور وہ بہت ہی محدُود ہو کے رہ گئی ہے۔ پہلے جو سفر سالوں پر محیط تھا اور اب چند لمحوں کا رہ گیا ہے۔ طبعیات اور حیاتیات علوم میں لمحہ بہ لمحہ جو ترقی اور جن کے نتیجے میں انسانی زندگی اور کائنات اور اس کے عمل میں جو تیز رفتار تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ ان کے اثرات سے مفر ممکن نہیں اور نہ ان سے صرف نظر کیا جا سکتا ہے۔ ان علوم نے دوسرے علوم پر زبردست اور دور رس اثرات مرتب کئے۔ یہ اثرات اتنے واضح اور گہرے ہیں کہ ان علوم کے دایرۂ کار پر سوالات اُٹھ رہے ہیں۔

حد تو یہ ہے کہ ادب جس کا تعلق پہلے محض انسانی جذبات اور رشتوں سے کہا جاتا تھا، اب سائینس کی گرفت میں آ چکا ہے۔ سائینس فکشن اب ایک حقیقت بن چکا ہے۔ مشین اور اس کا کردار اور انسانی معاملات میں اس کا اثر و رسوخ ادب کی حیثیت کو بدل رہا ہے۔ کمپیوٹر نے تو انسان سے اس کا کام اور کردار چھین لیا اور روبوٹ اسے محض ایک بے جان اور بے کار وجود بنانے پر تلا ہوا ہے اور یہی سب کچھ اب ادب میں در آ رہا ہے۔

لیکن اس سب کے باوجود انسانی زندگی اتنی ہی نہیں اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلسفہ سائینس کی لونڈی بن چکا ہے۔ ہمیں اس بات پر غور کرنا ہے کہ ان حالات میں فلسفہ کا کردار کیا ہے اور اس حقیقت کو سامنے رکھنا ہے کہ کائنات، زندگی اور ان کے اسرار و رموز کی حقیقت کی تلاش اور دایرۂ کار کی ایک مثبت نئی اور زندہ تشریح و توضیح کیلئے ہمیں سائینس اور اس کی فراہم کردہ ضابطہ بند اور مربوط و منظم آلات اور مناہیج کا استعمال کرنا چاہیئے۔

سائینس اپنی تمام تر شان و شوکت، تنظیم و ترتیب اور مدلل و مربوط اصولوں کے باوجود محض 'مظہر' کا علم ہے۔ 'حقیقت کلیہ' اس کے دایرۂ کار میں نہیں آتی اور نہ اس کو اپنی گرفت میں کرنا یا اپنے اصولوں اور تنظیم و ترتیب کے سہارے اس کی کنہہ تک پہنچنا اس کے بس میں ہے۔ اس کا دایرۂ کار محدود و متعین ہے۔ حقیقت کلیہ، زندگی اور اس کے اسرار و رموز اتنے تہہ دار، پیچیدہ، مبہم اور پُر اسرار اور لامحدُود ہیں کہ سائینس اپنی تمام وسعت، اور منظم اصولوں، طریقہ کار اور تحقیقی مناہیج کے باوجود ان کو دریافت نہیں کر سکتی۔

'لامحدود' کی تشریح و توضیح بھی لامحدود ہی ہے اور یہی انسان اور انسانی زندگی اور 'حقیقتِ کلیہ' کی حقیقت بھی ہے۔ یہ عمل معتبر وجود کا حصہ ہے۔ ایک غیر معتبر وجود زندگی کی دریافت نہیں کر سکتا، نہ اس کی تشریح و توضیح کر سکتا ہے اور نہ اس کے حدود یا سرحدوں تک اس کی رسائی ممکن ہے۔ ایک حیثیت سے یہ ایک رُوحانی یا متصوفانہ عمل ہے۔ یہ رُوحانی عمل 'عظیم' ہے اور اس کے ذریعہ (مسلسل عمل رُوحانی) ایک معتبر وجود اپنی دریافت بھی کر سکتا ہے اور زندگی کے پُراسرار حقائق کی بھی۔ یہ لامحدود، مسلسل اور عظیم عمل، ترسیل کا عمل ہے۔ ترسیل کا عمل سہ سطحی ہے۔

ا۔ جو کچھ سمجھا گیا۔

ب۔ جو قابلِ فہم ہے۔

ج۔ اور جسے سمجھنا ہے۔

عمل ترسیل کا تعلق جیسا کہ وجودی فلسفی یاسپرس نے کہا دو وجودی سطحوں سے ہے۔ معتبر وجود جنہیں وہ I – THOU 'میں ـ تم' اور غیر معتبر وجود یا 'میں ـ وہ' I – IT کا نام دیتا ہے۔

یہ تعلق وجودیاتی Ontological کائناتی Cosmological جمالیاتی قدری Axiological متصوفانہ Mystic مذہبی Religious دینیاتی The Ological سیاسی و سماجی Socio-political تہذیبی Cultural نفسیاتی Phychological اور جنسی Sexual وغیرہ ہو سکتا ہے۔ بردوف کے خیال میں جنسی اور لسانی عمل اور بال ٹلچ کے خیال میں مذہبی حاصل ترسیل کی معتبر جہتیں ہیں۔ کیرکیگارڈ بھی معتبر وجودی عمل کو مذہبی سطح پر مانتا ہے۔ جرمن فلسفی اسے موت اور دہشت میں تلاش کرتا ہے۔ اقبال کے خیال میں یہ معتبر خودی یعنی مسلسل تخلیقی اور حرکی وجود میں پوشیدہ ہے یا اس کا خاصہ ہے۔

جب اس عمل ترسیل کو واضح خطوط اور باریک بینی سے دیکھا جائے تو یہ ہمیں آگہی کے روبرو کر دیتا ہے (خیال رہے کہ لفظ آگہی **Illumination** بہت ہی پُر اسرار معانی اور جہتوں کا حامل ہے) یوں بھی اس بات کو سمجھا جا سکتا ہے کہ معانی کی تلاش ہی حقیقت کی تلاش ہے اور یہی ترسیل ہے۔

لفظ 'فلسفہ' کا کلاسیکی مطلب 'دانائی سے محبت' ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اب بھی یا آج بھی یہ معانی اس سے وابستہ ہوں۔ لیکن کانٹ کے فلسفہ اور فلسفیانہ تنقید و تحلیل، تحلیلی فلسفہ، ثبوتیت، منطقی ثبوتیت، مارکیٹ اور وجودیت نے اس لفظ کی حیثیت معانی اور حدود کو ہی بدل کے رکھ دیا۔ یونگ، فرائڈ، درکھیم اور دوسرے ماہرین نفسیات اور سماجیات نے اور نئے اور متغیر نفسیاتی و سماجی اور سائنسی تصورات، نظریات اور تجربات کے ناقابل گرفت طوفان نے اس کے معانی اور حدود کو یک لخت بدل کے رکھ دیا۔ لیکن اس کے باوجود یہ تبدیلی جو بہت ہی شدید اور ناقابل گرفت ہے یکسر کلی نہیں۔
وٹگنسٹین کے فلسفیانہ اور لسانی طریقۂ کار نے فلسفہ کو نئے معانی سے آراستہ کیا یہ ایک منہاجی تلاش یا طریقۂ کار ہے۔ **Methodological**

اس عمل 'منہاج' اور طریقۂ کار کے ذریعہ دوسرے مغربی مفکرین نے حقیقت، فلسفہ اور فن کو نئے زاویوں سے سمجھنے کی کوشش کی۔ ان میں فلسفی جان وزڈم اور فرانسیسی نقاد دریدا کو بہت ہی اہم مقام حاصل ہے۔ دریدا نے ساختیات اور نئی لسانی توضیحات اور **Deconstruction** کے نظریات سے فن اور ادب کی تشریحی حیثیات کو ہی بدل کے رکھ دیا۔ مناہج کا اطلاق مسلمان فلاسفہ کیلئے نئی بات نہیں۔ انہوں نے اپنے فلسفہ میں انہیں برتا ہے۔ لیکن جدید تناظر میں سوال ان کے بامعنی وسیع اطلاق اور تشکیل جدید کا ہے جو ہمیں حقائق اور معنی کی نئی جہتوں کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے فرائض، اپنی روایات، اقدار اور ماضی کو یکسر فراموش کر دیا ہے۔

عظیم ڈرامہ نگار شیکسپیئر نے 'ہیملٹ' میں کہا ہے کہ پاگل پن میں بھی ایک طریق ہوتا ہے لیکن

ہم نے یہ ہوش وحواس اپنے جملہ طرائق کو کھو دیا۔

دانائی، حقیقت، سچائی اور علم حقیقت میں ایک ' گارگن' ہیں۔ ان کی عقدہ کشائی اور ادراک (اوران کی لامحدود سرحدوں کی گرفت) ہی فلسفیانے کا عمل ہے۔ لیکن فلسفیانے کا عمل ہمیشہ مربوط ومنظم ہوتا ہے اور اس کے مختلف مدارج اور جہتیں ہوتی ہیں۔

ہمیں اس بات کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے اور نہ مختلف تعصبات کی عینکیں چڑھا کر اس حقیقت سے انحراف کرنا چاہیئے کہ علم اور فلسفیانے کا عمل ایک عالمگیر عمل اور مظہر ہے۔ یہ عمل کسی بے معنی عمل میں نہیں ہوتا اور نہ یہ کسی خاص قوم کی میراث ہوتا ہے۔ یہ عمل اس عظیم دریا کی مثل ہے جو نامعلوم زمانے سے بہتا ہوا کتنی زمینوں اور انسانوں کو سیراب کرتا چلا آرہا ہے اور یہ بہاؤ بغیر کسی ٹھہراؤ کے جاری ہے۔

علم اور حقیقت کا صحیح اور سچا متلاشی ایک غوطہ خور کی طرح موتیوں کی تلاش میں نہ جانے کتنے گہرے پانیوں میں اُترتا ہے۔ دلدل، کیچڑ، چٹانیں نہ تو اس کا راستہ روک پاتی ہیں اور نہ اُس کی ہمت کو توڑ دیتی ہیں۔ موتی اُسے جہاں اور جس جگہ سے بھی ملے وہ اُسے حاصل کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ایک سچا دانشور یہ نہیں دیکھتا کہ بات کس نے کہی۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ کیا کہا گیا۔ کالا، پیلا یا گورا، مشرق یا مغرب، عرب یا عجم اس کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ وہ یہ جانتا ہے کہ سمندر کی گود میں موتی ہوتے ہیں، ٹھیک اسی طرح علم کے موتی ہر قوم اور ہر خطۂ زمین میں بکھرے ہوئے ہیں ان کی چمک جہاں تک پہونچے وہاں روشنی ہوگی۔ روشنی ہر کسی کو منور کرتی ہے وہ نہیں دیکھتی کہ وہ کالا ہے یا گورا، عربی ہے یا عجمی۔ ایک حقیقی دانشور حقیقت، سچائی، حسن اور اقدار اعلیٰ کے موتیوں کی تلاش میں محو و سرگرداں ہوتا ہے۔

نبوت اس عظیم عالمگیر عمل کا بنیادی ماخذ ہے۔ علم جب اسے وسیع تناظر میں دیکھا جائے۔ ہمیشہ الہامی اور وجدانی ہے۔ علم نبوی محض دینیات یا دینیاتی نہیں ہوتا (ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ مجرد دینیات بہت ہی بُری شے ہے کیونکہ یہ حقیقت اور اصولوں کی رُوح کے

بجائے کھوکھلے الفاظ کا ایک جان لیوا اور بدصورت کھیل ہوتی ہے)

نبوی علم انسانی روح کو سیراب اور سرشار کرتا ہے اور اس پر حقیقت سچائی حسن اور اقدار عالیہ کا اظہار کرتا ہے۔ اسی لئے میرے لئے جب تک دینیات اس مرکز روحانی سے قریب اور اور اس کی زندگی بخش شعاعوں سے منور ہو ترسیل کا ایک اعلیٰ اور منفرد ذریعہ ہوتی ہے اور جب یہ اس ڈگر سے ہٹ جاتی ہے تو یہ انسانیت پر سب سے بڑا ظلم ہوتی ہے۔

اس سچی دینیات کا تعلق محض مسلمانوں سے نہیں رہا۔ ختم نبوت سے پہلے اس نور باری کے جتنے بھی سلسلے رہے، انسانیت کو منور کرتے رہے۔ دینیات کا یہ عمل فلسفیانہ کے عمل کا محض ایک جز نہیں بلکہ بجائے خود یہی عمل ہے۔

انبیاء و مرسلین ؑ کائنات اور انسانیت کے اہم ترین، بنیادی اور مشکل ترین سوالات کا محور رہے ہیں۔ انھوں نے حقیقت کی پیچیدہ ترین گتھیوں کو سلجھا کر انسانیت کو روشنی اور زندگی بخشی۔ اس حقیقت کا برملا انکشاف اس وقت ہوتا ہے جب ہم بغیر کسی تعصب اور ہٹ دھرمی کے تاریخی عمل کا مطالعہ کرتے ہیں۔

نشاۃ ثانیہ کے بعد مغرب میں ڈیکارٹ، ہیگل، کیرکیگارڈ، یاسپرس، ٹلچ اور بلٹمان نے وسیع تناظر میں عیسائیت کی نئی دینیاتی تشکیل اور تشریح و توضیح کی۔

مشرق میں اسلام کے آفاقی پیغام کی نئی تشریحات کی طرف توجہ کی گئی، شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ دہلوی، سید جمال الدین افغانی، محمد عبداللہ سے لیکر سرسید احمد خان، ابوالکلام آزاد، مولانا مودودی، علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر علی شریعتی، سید حسین نصر، ڈاکٹر میر ولی الدین اور وحید اختر تک سینکڑوں روشن ضمیر اور روشن فکر صوفیاء اور مفکرین نے نئے دینیاتی نظام کی تشکیل کی طرف توجہ کی۔

موہن داس کرم چند گاندھی اور ڈاکٹر رادھا کرشنن جیسے فلسفی نے برہمن مت کی نئی تشریحات کی طرف توجہ کی۔

تشکیلات کا یہ سلسلہ جن کا اوپر ذکر ہوا محض دینیاتی، سیاسی یا سماجی نہیں ہے۔ اس کا بنیادی محور اور اس کے حدود فلسفیانہ ہیں اور اس فلسفیانہ کے عمل میں مختلف مناہج کا جن کا مختصر ذکر اوپر ہوا، استعمال ہوا اور ہو رہا ہے۔ یہ ایک جاری اور دائمی عمل ہے کیونکہ یہ حقیقت اور سچائی کی تلاش ہے جو جاری و ساری، لامحدود اور بے پایاں ہے۔

محمد عبداللہ خاور

پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے ساتھ چند مہینے

زندگی میں اب تک جن چند علمی شخصیات سے مل کر مجھے قلبی طمانیت کا احساس ہوا ہے ان میں پروفیسر جگن ناتھ آزاد شامل ہیں۔ یہ بات میرے لیے باعثِ افتخار ہے کہ میں نے اس شخصیت کی معیت میں چند مہینے گزارے۔ نومبر ۹۶ء کے اواخر میں مجھے آزاد صاحب کی ذاتی لائبریری کو ترتیب دینے کا موقع نصیب ہوا۔ اس سے قبل انہیں متعدد بار دیکھا تھا۔ مخدومی پروفیسر آل احمد سرور کی فرمائش پر وہ کشمیر یونیورسٹی کے اقبال انسٹی ٹیوٹ میں کئی بار تشریف لا چکے ہیں۔

آزاد صاحب کو بلاشبہ ایک ادارے کی حیثیت حاصل ہے۔ وہ برصغیر کے معروف و مقبول شاعر اور ماہر اقبالیات ہیں۔ ان کی مقبولیت اور تبحرِ علم کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی زندگی ہی میں ان کے فکر و فن پر پی ایچ ڈی کے سات تحقیقی مقالے لکھے جا چکے ہیں۔ شاید ہی یہ اعزاز کسی دوسرے ادیب کو نصیب ہوا ہو۔ آزاد صاحب جموں کے ایک صاف ستھرے علاقے گاندھی نگر میں سرکاری کوٹھی میں پچھلے کئی برسوں سے قیام پذیر ہیں۔ ان کی کوٹھی میں جو چیز سب سے زیادہ دیکھنے اور دکھانے کے لائق ہے وہ ان کا ذاتی کتب خانہ ہے جو کیفیت اور معیار کے

اعتبار سے بڑا نادر ہے۔ یہ کتب خانہ قریب پچیس ہزار کتب و رسایل پر مشتمل ہے۔ اس کتب خانے کے مرکزی کمرے میں اہم ترین حصہ اقبالیات سے متعلق ہے۔ میں نے یہاں اقبال سے متعلق انگریزی اور اردو میں متعدد ایسی کتابیں اور رسالے دیکھے جن کا حصول برصغیر میں نہ صرف مشکل ہے بلکہ قریب قریب ناممکن بھی۔ ایک حصہ شعری تصانیف پر مشتمل ہے جس میں قدیم و جدید شعرا کے مجموعہ ہائے کلام موجود ہیں۔ حصہ نثر میں تنقیدی کتب، مجموعہ مقالات، تذکرہ جات اور معتبر رسایل کے خصوصی شمارے ہیں۔ ان رسالوں کے اکثر شمارے تو یقیناً ناممکن الحصول ہیں۔ ایک اور حصہ انگریزی کتب کا ہے جس میں ادب، فلسفہ، تاریخ و تنقید اور دوسری کتابیں شامل ہیں۔ کتب خانے کے مرکزی کمرے کے متصل ہی ایک چھوٹا کمرہ ہے جس میں حوالہ جاتی کتب اور فارسی ادب سے متعلق کتابیں رکھی گئی ہیں۔ گو تعداد کے لحاظ سے یہ کتابیں زیادہ نہیں لیکن معیار کے اعتبار سے نادر ہیں۔ کتب و رسایل میں آئے دن اضافہ ہونے کے پیش نظر آزاد صاحب نے کوٹھی کے صحن میں ایک بڑا ہال تعمیر کرایا ہے جس میں ہند و پاک کے قدیم و جدید متعدد رسایل کے علاوہ میر، غالب، پریم چند، جوش، مولانا آزاد اور دوسرے معروف ادیبوں کے گوشے ترتیب دیے گئے ہیں جن میں ان ادیبوں کی تصانیف اور ان سے متعلق لکھی گئی کتابیں موجود ہیں۔ ایک حصہ افسانہ و ناول اور ان کی تنقید کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ ہال کے ایک کونے میں ایک پورا ریک متعدد فائلوں سے بھرا پڑا دیکھا۔ استفسار پر معلوم ہوا کہ یہ فائلیں ان خطوط پر مشتمل ہیں جو مشاہیر ادب پچھلی چھ دہائیوں سے آزاد صاحب کے نام لکھتے آئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ہزاروں خطوط علمی و ادبی نوعیت کے ہوں گے۔ ادب کا ہر طالب علم ان خطوط کو زیور اشاعت سے آراستہ دیکھنا پسند کرے گا۔ آزاد صاحب کی مصروفیات اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ انہیں ان خطوط کی ترتیب و اشاعت کی طرف دھیان دینے کا وقت نہیں ملتا۔ کتب و رسایل کی ترتیب کے لیے گو آزاد صاحب نے اپنی کوٹھی کے تین کمرے مختص کر لیے ہیں تاہم واقعہ یہ ہے کہ ان کی کوٹھی کے ہر کمرے میں کتابیں اور رسالے موجود ملتے ہیں۔ آزاد صاحب کا بیشتر وقت لکھنے پڑھنے میں صرف ہوتا ہے۔ کتابوں

سے ان کا عشق دیدنی ہے۔ ایک مثال سے واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔ ایک موقع پر کتابوں کو ترتیب دیتے وقت چپراسی کے ہاتھوں سے چند کتابیں پھسل کر فرش پر بکھر گئیں۔ آزاد صاحب جو ملحقہ کمرے میں غالباً کچھ لکھ رہے تھے' آواز سن کر بے قراری کے عالم میں دوڑتے ہوئے آئے اور اس انداز میں فرش پر بکھری کتابیں اٹھائیں جیسے کوئی باپ اپنے بچے کو چوٹ لگتے دیکھ کر اسے چمکارتا ہے۔ چہرے پر افروختگی کے تمام آثار موجود تھے چپراسی کو زبردست ڈانٹ پلادی ــــــ

"تمہیں معلوم نہیں' یہ کتابیں مجھے جان سے زیادہ عزیز ہیں"۔

یہ سب کچھ اچانک ہوا اور میں اپنی جگہ بھونچکا رہ گیا۔ 'وخیر جلیس فی الزمان کتاب' آزاد صاحب کی زندگی کا دستور بھی ہے اور اس کا عملی نمونہ بھی۔ عمر عزیز کے نہ جانے کتنے سال انہوں نے کتب کی فراہمی میں صرف کیے ہوں گے۔ چند برس پہلے جموں میں جب ان کی متعدد کتابیں سیلاب کی نذر ہوگئیں۔ تو انہیں شدید صدمے سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس صدمے کو وہ ابھی تک نہیں بھلا پائے ہیں۔

"عبداللہ صاحب! ایسی بیش بہا کتابیں نذرِ آب ہوگئیں جو اب عسیر الحصول ہیں۔ وہ میرے لیے ایک ناقابلِ تلافی نقصان تھا۔"

آزاد صاحب کے کتب خانے میں کتب و رسایل کے حصول کا سلسلہ جاری ہے ان کے نام جو روزانہ ڈاک آتی ہے اس میں مشکل سے ایسا کوئی دن گزرتا ہے جب کوئی کتاب یا رسالہ نہ آتا ہو۔ یہ میری آنکھوں دیکھی بات ہے۔ ان کے کتب خانے سے عام قارئین اور محققین دونوں استفادہ کرتے ہیں۔ لیکن آزاد صاحب اب عام قارئین کو کتاب دینے سے ہچکچاتے ہیں کہ اکثر حضرات کتابیں لے کر واپس کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔

آزاد صاحب جموں یونیورسٹی کے اردو شعبہ کے صدر کی حیثیت سے عرصہ ہوا سبکدوش ہوچکے ہیں تاہم یونیورسٹی سے ان کا ناتا نہیں ٹوٹا ہے۔ انہیں تاحیات "پروفیسر

ایمریٹس بنادیا گیا ہے جو ان کی خدمات کا واضح اعتراف ہے شعبۂ اردو میں ان کے لیے ایک کمرہ مخصوص ہے جہاں وہ باقاعدگی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں. آزاد صاحب اسّی سال کے ہو چکے ہیں لیکن اس عمر میں بھی وہ صبح پانچ بجے اٹھتے ہیں. اپنی دیگر لیکن ناگزیر مصروفیات کے علاوہ وہ سارا وقت کتب خانے میں گزارتے ہیں. میں نے ان کے ساتھ گزارے ہوئے وقت میں ان کا یہی معمول دیکھا. نازنینانِ حرم کے ساتھ ان کا برتاؤ والہانہ بھی ہے اور عقیدت مندانہ بھی. اپنے ذوق کو جِلا دینے کے لیے وہ مہینے کا تہائی حصہ جموں میں اور بقیہ ملک کے دوسرے حصوں میں گزارتے ہیں اور جب سے وہ انجمن ترقی اردو (ہند) کے صدر ہوئے ہیں ان کے علائق و مشاغل میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے. اکثر انجمن کے امور اور دوسرے ادبی مشاغل کے سلسلے میں سفر کرتے رہتے ہیں.

آزاد صاحب کی کوٹھی کے ہر کمرے میں ان کے بیٹھنے کی جگہ مخصوص ہے. ان کی میز پر کتب و رسایل کے انبار لگے رہتے ہیں. لیکن ہر چیز سلیقے سے رکھی ملتی ہے. کبھی کبھار ان کی میز سے کوئی چیز اِدھر سے اُدھر جائے تو وہ ذہنی تناؤ محسوس کرتے ہیں جس کے آثار ان کے چہرے پر صاف نظر آتے ہیں میز کی تمام اشیاء کو سلیقے سے رکھنے کی ذمہ داری ان کی بیگم کے سپرد ہے، جو آزاد صاحب کی مزاج شناس ہے. وہ اس معاملے میں آزاد صاحب کی تمام ضروریات کا پورا خیال رکھتی ہیں. آزاد صاحب پر یہ مولیٰ کا احسان ہے کہ انہیں ایسی شفیق بیگم کی رفاقت نصیب ہوئی ہے.

آزاد صاحب کی شخصیت بڑی پہلو دار ہے. یہ جلال و جمال، خلوص و محبت اور ذہانت و فطانت کے گوناگوں رنگوں سے مزین ہے. میں نے انہیں غیر متعصب انسان دوست، وسیع النظر اور دردمند انسان پایا. ان سب سے بڑھ کر مجھے جس ادا نے متاثر کیا وہ ان کا علامہ اقبال سے غیر معمولی لگاؤ ہے جو اب عشق کی انتہا کو چھو گیا ہے. یہ واقعہ ہے کہ اقبال سے ان کا عشق اب لیجنڈ **Legend** کی صورت اختیار کر گیا ہے. یوسف ناظم نے ایک جگہ

صحیح لکھا ہے کہ "آزاد کی اقبال مندی میں ان کی اقبال پرستی کا بڑا دخل ہے وہ ہندوستان میں اقبال کے وارث ہیں"۔ آزاد صاحب نے تحریری اور تقریری ہر دو جہات میں اس وقت اقبال کا دفاع کیا جب اقبال کا نام لینا بھی ایک جرم سمجھا جاتا تھا۔ اس سے ان کی جرأت مندی اور اقبال سے غیر معمولی عشق دونوں کا اظہار ملتا ہے۔ وہ پچھلے ساٹھ برسوں سے اقبالیاتی ادب پر لکھ رہے ہیں۔ اقبال سے متعلق انہوں نے اب تک قریب سترہ کتابیں لکھی ہیں۔ اقبال سے متعلق ان کی تحریریں بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ ملک اور بیرون ملک کی متعدد یونیورسیٹیوں میں آزاد صاحب نے اقبال سے متعلق توسیعی اور خصوصی خطبات دیئے ہیں۔ اس سلسلے میں عرصہ ہوا انہوں نے سرینگر میں اقبال نمائش کا اہتمام بھی کیا تھا جو بعد میں ملک کے دوسرے حصوں میں منعقد ہوئی تھی۔ اس نمائش کی عام و خواص نے سراہنا کی۔ آزاد صاحب کو ادبی خدمات کے سلسلے میں بے شمار انعامات و اعزازات سے نوازا گیا ہے ان میں بیشتر انعامات اقبالیات کی خدمات کے سلسلے میں عطا کئے گئے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ آزاد صاحب کے دل و دماغ میں اقبال انسان سے بڑھ کر ایک پیکر کے طور پر بسا ہوا ہے۔ مرحوم عبدالمجید سالک نے انہیں حافظِ اقبال کہا ہے اس کا مشاہدہ خود میں نے بھی کیا ہے انہیں اقبال کا کلام تو ازبر ہے ہی لیکن تحریر و تقریر میں شعرِ اقبال کا برجستہ استعمال واقعی لاامثال ہے۔ اللہ نے انہیں غیر معمولی حافظہ عطا کیا ہے وہ گذشتہ نصف صدی کے حالات اور واقعات اس انداز سے سناتے ہیں جیسے یہ کل ہی کی بات ہو اور مرقع نگاری اس پر مستزاد۔

آزاد صاحب کی زندگی میں کئی مواقع ایسے بھی آتے ہیں جب ان کی زندگی میں بڑی ہلچل مچی ہے۔ غالباً اسی لیے ان کا دل درد سے بھر گیا ہے۔ اس حزن والم کے اشارے ان کی شاعری میں جابجا ملتے ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے اوائل میں معروف شاعرہ ممتاز میرزا جو آزاد صاحب ہی کی دعوت پر ایک مشاعرے میں شرکت کی غرض سے جموں تشریف لائی تھیں اچانک حرکت قلب رک جانے سے انتقال کر گئیں۔ اس موقع پر میں نے آزاد صاحب کو بے اختیار ہوتے

دیکھا ہے۔ ان کے چہرے پر حزن و ملال اور افسردہ خاطری کے نقوش ہویدا تھے۔ اس کا اظہار انہوں نے دوسرے دن ایک تعزیتی محفل میں شدید کرب کے ساتھ کیا۔ تاہم اقبالیات کا یہ عاشقِ زار بذلہ سنجی میں بھی اپنی ایک شان رکھتا ہے۔ کھل جاتے ہیں تو پوری محفل کو زعفران زار بنا دیتے ہیں۔ انہیں ادیبوں اور شاعروں کے لاتعداد لطیفے ازبر ہیں جنھیں وہ موقع اور محل کے اعتبار سے بڑی خوبصورتی کے ساتھ محفلوں میں برتتے ہیں معروف افسانہ نگار رام لال جنھیں آزاد صاحب کے ساتھ قریبی تعلقات رہے ہیں، نے ایک جگہ لکھا ہے کہ آزاد کے پاس بیٹھ کر یا ان سے باتیں کرتے وقت نہایت ہوشیار اور چوکنا رہنا پڑتا ہے مجھے بھی اس کا عملی تجربہ ہے۔ ان کے ساتھ گفتگو کرتے وقت انتہائی محتاط رہنا پڑتا ہے۔ غلط اردو سننا وہ کسی طور برداشت نہیں کرتے اور ٹوکنے میں کوئی لحاظ روا نہیں رکھتے۔ البتہ ٹوکنے کا انداز ناصحانہ، بزرگانہ اور مشفقانہ ہوتا ہے۔

آزاد صاحب عابد علی عابد، تاجور نجیب آبادی اور ابوالکلام آزاد کا ذکر بڑی عقیدت و احترام سے کرتے ہیں۔ وہ فخراً خود کو سید عبداللہ مرحوم اور صوفی تبسم مرحوم کا شاگرد گردانتے ہیں وہ ان کی عظمت کے قائل بھی ہیں اور گھائل بھی۔ خود آزاد صاحب نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ ۱۹۷۷ء میں لاہور میں پہلی اقبال عالمی کانگریس منعقد ہوئی۔ اس کانگریس میں مختلف ممالک سے قریب دو سو مندوبین تشریف لائے تھے۔ کانگریس کا اختتامی اجلاس سیالکوٹ میں ہوا، طے پایا گیا کہ مندوبین اور حاضرین پر مشتمل اجلاس قلعے سے لیکر اقبال کے آبائی مکان تک روانہ ہوگا۔ کانگریس کی مجلس انتظامیہ نے فیصلہ کیا کہ جلوس کی راہنمائی پروفیسر جگن ناتھ آزاد کریں گے۔ آزاد صاحب کا کہنا ہے کہ "یہ بات میرے لیے الجھن کا باعث بنی کہ اجلاس میں میرے دو اساتذہ صوفی غلام مصطفےٰ تبسم اور ڈاکٹر سید عبداللہ کی موجودگی میں، کیسے جلوس کی قیادت کروں، میں نے معذرت کی تو منتظمین نے صوفی مرحوم کو اس کی اطلاع دی۔ صوفی مرحوم میرے پاس آئے اور مجھے سمجھایا کہ ان کے اور سید عبداللہ کے لیے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہوسکتی ہے کہ

ان کا ایک طالب علم مندوبین کے جلوس کی قیادت کر رہا ہے۔ یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز تھا"
آزاد صاحب پروفیسر آل احمد سرور کی علمی بصیرت اور دانشوری کے زبردست قایل ہیں۔ وہ سرور صاحب کے شاگرد تو نہیں رہے ہیں البتہ انہیں اپنا اُستاد ضرور مانتے ہیں۔ برصغیر کے تمام معروف ادیبوں اور شاعروں سے آزاد صاحب کے تعلقات رہے ہیں۔ وہ جان نثار اختر، کیفی اعظمی، عبدالحمید عدم جوش ملیح آبادی، جگر مرادآبادی، ظ۔ انصاری، فراق گورکھپوری اور سلام مچھلی شہری کا ذکر بڑے پیار اور محبت سے کرتے ہیں۔

آزاد صاحب کا ایمان ہے کہ دل تقسیم نہیں ہوتے۔ ان کے نزدیک انسانی تہذیب اور انسانی رشتے ناقابل تقسیم ہیں۔ وہ جموں میں رہ کر بھی عیسیٰ خیل کی یادوں کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔ ان کا یہ شعر اسی جذبے کا غماز ہے ؎

سیاست سے کہیں ہے رتبۂ انسانیت اونچا
یہ بات اہل سیاست کو سنا دینے کا وقت آیا

★

ڈاکٹر حمید نسیم رفیع آبادی

عاشقِ اقبال

پروفیسر سیّد وحید الدینؒ

پروفیسر سید وحید الدین حیدرآباد دکن میں ۵ ستمبر ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوئے۔ اُن کے دادا کا تعلق ضلع خوتاب پنجاب سے تھا اور وہ چشتیہ سلسلہ کے بزرگ تھے۔ اور نہایت اعلیٰ درجہ کے خوش نویس تھے۔ وحید صاحب اُن کے بارے میں ایک خط میں لکھتے ہیں۔ "اُن کے لکھے ہوئے قرآن ہمارے پاس تھے۔ ایک نسخہ میری دادی نے نظام حیدرآباد کو دیا کہ اس کے ذریعہ بچوں کے لیے وظیفہ حاصل ہو جائے۔ لیکن وہ نسخہ بھی ہاتھ سے گیا اور وظیفہ بھی نہ مل سکا۔ اور ایک نسخہ میں نے جرمن Musuem کے حوالہ کر دیا۔"

پروفیسر صاحب کے نانا کا تعلق ارکاٹ مدراس کے خوش حال گھرانے سے تھا۔ وہ عربی اور فارسی کے عالم تھے۔ اور نقشبندیہ سلسلہ کے مجدّدیہ مسلک سے ان کا تعلق تھا۔ آپ کا نام میر سعید الدین تھا اور وہ حیدرآباد میں ناظمِ عدالت تھے۔ وحید الدین صاحب کے والد صاحب کا انتقال عنفوان شباب میں ہوا۔ اور اپنے پسماندگان میں وحید صاحب اور آپ کے بھائی کے علاوہ ایک لڑکی چھوڑ گئے۔ وحید صاحب اپنے بھائی بہنوں میں سب سے بڑے لڑکے

تھے۔ وحید صاحب کے والد کی خاطر خواہ تعلیم نہیں ہو سکی تھی، وہ حکومت نظام میں محکمہ جنگلات کے ملازم رہے، چوں کہ وحید صاحب کے والد صاحب کی مدّت ملازمت بہت کم تھی اس لیے وحید صاحب کے لیے وظیفہ اجراً نہ ہو سکا، البتہ وحید صاحب کی دادی کی کافی جائیداد تھی۔ وحید صاحب کی پرورش اور ان کی تعلیم کا بار انہوں ہی نے اٹھایا۔ اور بقول وحید صاحب

"........ اور میں جو کچھ ہوا انہی کا صدقہ ہے۔"

وحید صاحب کی دادی عین جوانی میں ہی بیوہ ہوگئی تھیں اور اپنے واحد لڑکے کو اپنی آنکھوں کے سامنے اللہ کو پیارا ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ "لیکن ان کے صبر میں کوئی خلل آیا نہ کوئی شکوہ زبان پر" ـــ چونکہ وحید صاحب کی دادی خود پڑھی لکھی نہ تھیں اس لیے وحید صاحب کی ابتدائی تعلیم بھی ناقص رہی ـــ "لیکن معلوم نہیں وہ کیا غیبی قوت تھی جس نے مجھے حصول علم کی توفیق عطا کی۔ میٹرک تک تو میرے لیے اپنی سمت کا تعین کرنا مشکل تھا لیکن میٹرک کے بعد مجھے اپنا مقام مل گیا، اور آخر کار اپنی دادی کی جائیداد کے بل پر مجھے اعلیٰ تعلیم حاصل ہو سکی...... بہر صورت میری زندگی بڑی جدوجہد کی رہی ہے اور قدرت کا فضل اور تائیدِ غیبی ہر وقت ساتھ رہی اور اب بھی ہے" یہ چند اقتباسات سید وحید الدین مرحوم کے اس مکتوب کے تھے، جو آپ نے راقم کو ۲۶، جولائی ۱۹۹۶ء میں لکھا تھا۔

سید وحید الدین صاحب نے عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد سے ۱۹۳۲ء میں گریجویشن کی۔ اس کے بعد جرمنی کی مشہور یونیورسٹی ماربرگ میں ڈاکٹریٹ حاصل کرنے کے لیے چلے گئے ـ جب ڈاکٹر وحید الدین صاحب جرمنی سے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر کے لوٹے تو شعبہ فلسفہ میں آپ کے لیے کوئی جگہ خالی نہیں تھی۔ جیسا خود آپ نے ایک جگہ لکھا ہے:

"اساتذہ کی تعداد قریب قریب طالب علموں کی تعداد کے برابر تھی اور فلسفہ کو اب کی طرح پہلے بھی لوگ ایک ذہنی تعیش سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے" ـ لیکن ڈاکٹر سید حسین نے

جو اس وقت رجسٹرار تھے عارضی طور پر ہی ڈاکٹر وحید الدین صاحب کا تقرر شعبۂ انگریزی میں کر دیا۔ وحید صاحب نے انگریزی میں امتیازی کامیابی حاصل کی تھی، اور آپ کی انگریزی میں مہارت کے مداح اس وقت کے ایک انگریز استاد پروفیسر اسپیٹ تھے۔ اس زمانے میں عثمانیہ یونیورسٹی میں جید عالموں میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، پروفیسر شیو موہن لال ماتھر، پروفیسر صلاح الدین، پروفیسر مولانا عبدالباری ندوی اور ڈاکٹر میر ولی الدین جیسے اساتذہ موجود تھے۔ ان اساتذہ میں ڈاکٹر وحید الدین کم عمر ہی نہیں بلکہ شعبۂ فلسفہ میں نو وارد بھی تھے۔ جرمنی میں پروفیسر وحید الدین صاحب کے اساتذہ میں مشہور فلسفی روڈالف آٹو آپ کے خاص استاد تھے، جن کی مشہور کتاب Idea of the Holy ہے۔ اس کے بعد وحید الدین صاحب جامعہ عثمانیہ کے شعبۂ فلسفہ کے پروفیسر اور صدر بن گئے اور وہاں سے ۱۹۶۵ء میں ریٹائر ہوئے، چنانچہ دہلی یونیورسٹی نے موصوف سے اپنے ہاں صدر شعبہ کا منصب سنبھالنے کی درخواست کی، موصوف ۱۹۷۱ء تک دہلی یونیورسٹی میں فلسفہ کے صدر رہے اور ابھی دہلی یونیورسٹی سے سبکدوشی کے لیے کچھ مدت باقی تھی کہ حکیم عبدالحمید صاحب نے آپ کو ہمدرد نگر کے مشہور ادارے "انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز" میں شعبۂ تقابل ادیان کے صدارتی عہدے پر فائز ہونے کی دعوت دی، جو موصوف نے قبول کی۔ اور جب ۱۹۸۹ء میں ہمدرد کے سب تعلیمی ادارے ہمدرد یونیورسٹی سے منسلک ہوئے تو موصوف دوبارہ اپنے وطن مالوف حیدر آباد تشریف لے گئے۔ سید وحید الدین صاحب نے امریکہ اور یورپ کے مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کی ہے۔ اور امریکہ کی حکومت کی ایک گرانٹ پر ۷۰-۱۹۶۹ء میں وہاں کی مختلف جامعات میں لیکچر دئے ہیں۔ اس کے علاوہ موصوف نے ہندوستانی وفد کے سربراہ کی حیثیت میں "چینیز انسٹی ٹیوٹ فار دی اسٹڈی آف ریلیجنز" بیجنگ کا دورہ بھی کیا ہے۔

مجھے پروفیسر سید وحید الدین صاحب سے ہمدرد نگر میں بحیثیت انکے ایک ریسرچ فیلو کے طور پر تعارف ہوا ہے، اور میں نے موصوف کی شخصیت کے رنگا رنگ پہلوؤں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔ میں امام غزالی اور مغربی فکر" کے ریسرچ پروجیکٹ

پر آپ کی زیر نگرانی کام کر رہا تھا۔ اور میں نے وہ پروجیکٹ ایک مقالہ کی صورت میں پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ اس دوران مجھے پروفیسر صاحب کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی حاصل رہی۔ ہمدرد نگر سے موصوف کے قطع تعلق کے بعد بھی میرا پروفیسر صاحب کے ساتھ مراسلت کا تعلق برقرار رہا۔ آپ نے میری کتاب "غزالی اور اس کا فلسفہ" پر پچھلے ہی سال ایک پُرمغز پیش لفظ لکھا۔

پروفیسر سید وحید الدین ۱۵ مئی ۱۹۹۸ء دن کے دو بجے چار دن کی علالت کے بعد اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ ان کی نماز جنازہ مسجد نور مدرسہ فیض العلوم سعد آباد حیدر آباد میں پڑھی گئی۔ اور تدفین مسجد معراج کے قریب کرماگوڑہ Karmaguda میں ہوئی۔

اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

موجودہ زمانے میں برصغیر پاک و ہند میں جو فلسفہ کے جوہر اور وہ حضرات ہمارے سامنے آئے ہیں۔ ان میں پروفیسر سید وحید الدین مرحوم کا اسم گرامی سرِفہرست ہے۔ سید صاحب نہ صرف مغربی فکر و فلسفہ کے رمز شناس تھے بلکہ مشرقی علوم و آداب کے حسین پیکر بھی تھے۔ آپ صوفی مزاج اور عارفانہ مذاق کے حامل تھے۔ شعر و شاعری دلچسپی کا یہ حال تھا کہ فارسی، اردو، جرمن اور انگریزی شاعروں کے کلام سے ان کی تحریرات اور گفتگو آراستہ ہوتی تھی۔ بڑے ہی خلیق اور وضعدار آدمی تھے۔ معمولی سے معمولی ملازم سے بھی بڑے تواضع سے ملتے تھے۔ سادگی کا یہ عالم کہ ایک بار مجھ سے فرمایا کہ میں ان کی ایک سابقہ طالبہ پروفیسر سمن گپتا صاحبہ، جو جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی میں فلسفہ کی پروفیسر تھیں، کو فون پر پروفیسر صاحب کا کوئی پیغام پہنچا دوں۔ اور اس مقصد کے لیے آپ نے جو فون نمبرس مجھے دیئے۔ وہ نمبر ڈائیل کرنے کے بعد پتہ چلا کہ وہ نمبر کب کے بدل چکے ہیں۔ مگر چونکہ وحید صاحب کی ڈائری میں نہ معلوم کب سے یہ نمبرس لکھے ہوئے تھے اس لیے آپ نے

مجھے وہ نمبرس ڈائیل کرنے کے لیے دیئے۔

وحید صاحب گوناگوں صلاحیتوں کے مالک تھے۔ بہت ساری کتابوں کے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ کئی معروف جرائد کے اعزازی مدیر بھی تھے جن میں حیدرآباد سے شایع ہونے والا اسلامک کلچر" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ دہلی سے شایع ہونے والا "اسلام اینڈ ماڈرن ایج" کی مجلسِ ادارت کے رکنِ رکین ہونے کے ساتھ ساتھ آپ نے بلا مبالغہ سینکڑوں مضامین اور نئی شایع شدہ اسلامی کتابوں پر تبصرے لکھے جو ان جرائد و رسایل میں اشاعت پذیر ہوئے آرمس بی کی کتاب **Medieval controversy** اور امام غزالی کی **on Ghazzali's Best Possible World** کے مترجم نسخہ (گارڈنز) پر وحید صاحب کے تبصرے میں نے دیکھے ہیں۔ ان تبصروں میں اور باتوں کے علاوہ وحید صاحب نے زیر تبصرہ کتابوں کے مخفی گوشوں پر بھرپور روشنی ڈالی ہے اور قارئین کی معلومات میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ نئے سوالات اٹھائے ہیں۔

وحید الدین صاحب انڈین فلاسوفیکل کانگرس کے ۶۳ ویں سیشن ۱۹۸۸ء کے صدر مقرر کیے گیے تھے اور آپ نے اس موقعہ پر "فلسفہ اور تاریخ کے عنوان سے صدارتی خطبہ پڑھا تھا۔ اس کانگرس میں پروفیسر مشیر الحق مرحوم خصوصی مہمان کے طور پر مدعو کیے گیے تھے راقم کو بھی اس کانگریس میں شمولیت کا اعزاز حاصل رہا ہے۔

پروفیسر سید وحید الدین کی اہم تصنیفات میں "فلسفۂ اقبال" اور "تفکرِ اقبال" جو بالترتیب ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی اور اقبال انسٹی ٹیوٹ یونیورسٹی آف کشمیر سے چھپی ہیں۔ اردو میں اور **Religion at the Cross-roads, (New Delhi 1980)** **The Islamic Experience in Contemporary Thought** انگریزی میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ پروفیسر وحید صاحب کا ایک

“Aesthetic Experience and Beyond” اہم مقالہ لندن سے شایع ہونے والی کتاب

a Volume on Contemporary Indian Philosophy — 1974

میں شامل ہے۔ فلسفیانہ موضوعات پر موصوف کے بے شمار مقالات اور مضامین ہندوستانی اور بین الاقوامی جرائد و رسایل میں چھپ چکے ہیں۔

موصوف کو اردو شعرا میں غالب اور اقبال کے ساتھ عشق کی حد تک دل چسپی تھی۔ چنانچہ غالب جن کو ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم "حکیم فرزانہ" کہتے ہیں اور جسے اقبال جرمن شاعر گوئٹے کا ہم نوا قرار دیتے ہیں، ڈاکٹر صاحب کے پسندیدہ شاعر ہیں۔ آرین پاتھ میگزین میں غالب پر پروفیسر صاحب کا ایک مضمون شایع ہوا تھا جس کا ترجمہ ڈاکٹر صفی الدین صدیقی نے اردو میں کیا تھا۔ جو بعد میں غالب کے اشعار کے ساتھ ماہنامہ "تحریک" دہلی کے غالب نمبر میں شایع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے غالب پر ہی انگریزی میں دوسرا مضمون The Rest-less Soul of Ghalib کے عنوان سے لکھا تھا۔ اسی طرح اردو میں بھی آپ نے کئی مضامین غالب پر لکھے ہیں۔ مثلاً "غالب کا حسنِ فکر اور حقیقت آگہی" وغیرہ وغیرہ۔

فارسی کے کلاسیکی شعراء میں حافظ شیرازی ڈاکٹر وحید الدین صاحب کے محبوب شاعر ہیں۔ حافظ پر آپ کا ایک معرکتہ الآرا مضمون Hafiz; Poet, Saint and Sinner امریکہ کے میگزین The Personalist میں شایع ہوا تھا۔

البتہ اگر دعوے کے ساتھ کہا جائے کہ "اقبال" سید وحید الدین مرحوم کے سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ شاعر و مفکر تھے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ چنانچہ مرحوم نے اقبال پر باقاعدہ کتابیں لکھیں اور بہت سارے مضامین اور مقالات تحریر فرمائے۔ اقبال اور فکرِ مغربی اردو میں ان کے دو لیکچروں پر مبنی رسالہ ہے۔ جسے اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی نے

شایع کیا ہے۔ خطبات کی روشنی میں (ناشر ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ دہلی) اقبالیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔ اس کے علاوہ "تفکرِ اقبال" (ناشر اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی) بھی آپ کی مختصر مگر پُرمغز کتاب ہے، جس سے اقبال کے خطبات میں موجود غامض علمی، فلسفیانہ اور صوفیانہ تصورات پر روشنی پڑتی ہے۔ وحید صاحب نے "اقبال اور حکمت گوئٹے" پر اپنے لیکچر میں بالکل نئے انداز سے بات کی ہے۔ اسی طرح دوسرے بہت سارے مضامین و مقالات میں بھی اقبال کے فکر و فلسفہ پر روشنی ڈالی ہے۔ چونکہ وحید صاحب مغربی و مشرقی فلسفوں کے رمز شناس تھے۔ اور تصوف کی جمالیات سے بھی آگاہ تھے۔ اس لیے آپ سے بہتر "مفسرِ اقبال" اس دور میں شاید ہی کوئی دوسرا آدمی تھا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ایک شاگرد کا اپنے محترم و مکرم استاد کے تئیں غلو آمیز دعویٰ ہو۔ مگر حقایق بھی کسی حد تک میری بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور میں نے اس بات کو اپنے ایک تفصیلی مضمون "خطبات اقبال پر اردو میں لکھی گئی بعض تصانیف کا تنقیدی جایزہ" (اقبالیات شمارہ ۹ ـ ۱۹۹۷ء) میں زیادہ وضاحت سے سامنے لایا ہے۔ غرض پروفیسر وحید الدین صاحب مرحوم کی اقبال سے عقیدت و محبت تعلیم و تعلّم کے زرین اصول کی پابند تھی اور موصوف علامہ اقبال کی ہمہ جہت ذاتِ گرامی میں فلسفہ، علم الکلام اور تصوف کی یکجائی کو اپنی طبیعت کے عین مطابق پاتے تھے۔ اس لیے اقبال اور اقبالیات کے ساتھ آپ کا اعتناء فطری بھی تھا اور محبّانہ بھی۔ ؎

خدا رحمت کنند این عاشقانِ پاک طینت را

محمد عبداللہ خاور

علامہ اقبال پر خصوصی شمارے

ایک اشاریہ

معروف اقبال شناس پروفیسر رفیع الدین ہاشمی نے بالکل درست لکھا ہے کہ ہماری علمی و فکری اور شعری و ادبی دنیا میں ''اقبالیات'' / Iqbal Studies کو ایک مستقل اور قابل لحاظ شعبے کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ اقبالیاتی فکر و فن پر گذشتہ ساٹھ سال سے تحقیقی و تنقیدی کتب کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ ادبی جراید و رسایل میں اقبال سے متعلق بے شمار مضامین اور تبصرے شایع ہوتے رہتے ہیں۔ اقبالیاتی ادب کو فروغ دینے میں پاکستان کے علاوہ بھارت، ایران، مصر، ترکی، جرمنی اور برطانیہ میں برابر کام ہو رہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اقبالیات سے متعلق ڈھائی ہزار سے زاید کتابیں شایع ہوئی ہیں۔ اب تک اقبال کی تخلیقات دنیا کی چھبیس۲۶ زبانوں میں شایع ہو چکی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا کے کسی شاعر، مفکر یا ادیب پر اتنا کچھ نہیں لکھا گیا ہے، جتنا علامہ اقبال کے فکر و فن اور سوانح و افکار پر لکھا گیا۔ یہ علامہ اقبال کی عظمت کی دلیل ہے۔ کتابوں کے ساتھ ساتھ متعدد رسایل نے اقبال سے متعلق خصوصی نمبر شایع کیے ان میں کئی نمبر اقبال فہمی کے لحاظ سے دستاویزی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس سلسلے کا پہلا

"اقبال نمبر" اقبال کی زندگی ہی میں شایع ہوا۔ "نیرنگ خیال" (لاہور) کے مدیر حکیم یوسف حسن خاں نے ۱۹۳۲ء میں ۳۵۰ صفحات پر مشتمل ایک ضخیم "اقبال نمبر" شایع کیا۔ یہ اردو خصوصی نمبروں کی اشاعت میں پہلا قدم تھا۔ اس سے قبل خصوصی شماروں کی اشاعت کی کوئی روایت نہیں ملتی۔ تب سے آج تک متعدد رسایل نے اقبال نمبر نکالے۔ اقبال اکادمی پاکستان نے اقبال ریویو (حالیہ اقبالیات) اور بزم اقبال نے اقبال مجلہ اقبالیات کے لیے ہی مختص کر دیے ہیں۔ ان رسالوں میں اقبالیات سے متعلق سینکڑوں مقالے لکھے جا چکے ہیں۔ ان کے علاوہ سہ ماہی اردو (اورنگ آباد)، نقوش (لاہور)، صحیفہ (لاہور)، فنون (لاہور)، ماہِ نو (کراچی)، نگار (کراچی)، شاعر (بمبئی)، جامعہ (دہلی) نے بڑے وقیع اقبال نمبر شایع کیے ہیں۔ برصغیر میں اقبال سے متعلق خصوصی اشاعتیں شایع کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ ادھر پچھلی دہائی سے رسایل میں موضوعات و شخصیات سے متعلق گوشے شایع کرنے کا طریقہ رائج ہوا ہے۔ اس حوالے سے بات کریں تو اقبال سے متعلق متعدد رسایل نے گوشے شایع ہوئے ہیں۔ مثلاً آج کل (دہلی)، قومی زبان (کراچی)، نقد و نظر (علی گڈھ)، شاعر (بمبئی) اپریل اور نومبر میں اقبال سے متعلق گوشے شایع کرتے رہتے ہیں۔ اقبال انسٹی ٹیوٹ میں بنیادی طور پر اقبال ہی سے متعلق تحقیقی کام ہوتا ہے۔ اس بات کو پیش نظر رکھ کر میں نے اقبال لائبریری اور اقبال انسٹی ٹیوٹ میں دستیاب اقبال سے متعلق خصوصی شماروں کو ایک ترتیب کے تحت یکجا کیا ہے۔ تاکہ محققین کو بالخصوص اقبالیاتی تحقیق میں معاونت حاصل ہو۔ اگر اس کام سے تحقیق کاروں کو کوئی مدد ملتی ہے تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔

ماہنامہ "ادبیات" جموں

گوشۂ اقبال	اپریل ۸۰ء	جلد نمبر ۱ شمارہ ۴	کل صفحات ۸۰
اقبال اور تصوف	جاوید اقبال		۶
ایران میں اقبال شناسی کی روایت	سلیم اختر		۱۱
اقبال منفرد لغت گو	صادق نسیم		۱۷

سہ ماہی "اردو" اورنگ آباد

اقبال نمبر	اکتوبر ۳۸ء	جلد نمبر ۱۸ حصہ ۷۲	کل صفحات ۷۲۵-۱۱۲۴
مثنوی صلائے خودی	حامد حسن قادری		۷۳۲
اقبال کا تصور خودی	سید عابد حسین		۷۳۸
رومیؔ نطشے اور اقبال	خلیفہ عبد الحکیم		۷۷۹
اقبال اور آرٹ	یوسف حسین خاں		۸۳۷
اقبال کی شخصیت اور اس کا پیغام	قاضی عبد الحمید		۹۳۳
اقبال کا ذہنی ارتقاء	ابوظفر عبد الواحد		۹۶۴
اقبال کا تصور زماں	بشیر الدین احمد		۱۰۰۶
علامہ اقبال کی آخری علالت	سید نذیر نیازی		۱۰۱۹
اقبال اور اس کے نکتہ چیں	آل احمد سرور		۱۰۸۲

"اقبال" مجلہ لاہور

● بیاد اقبال	اکتوبر ۵۸	جلد ۷ شمارہ ۲	کل صفحات ۹۲
اقبال اور قومیت	انعام الحق کوثر		۱

تصوف اور اقبال	محمد عبدالغنی نیازی	۱۸
اقبال اور آرٹ	محمد فرمان	۴۹
ڈاکٹر اقبال اور اراق کی شاعری — ہیرا لال چوپڑہ	مبصر س۔ ا	۸۵

گوشۂ اقبال اپریل ۶۲ء جلد نمبر ۱۰ شمارہ ۴ کل صفحات ۷۵

اقبال اورنٹیل کالج میں	غلام حسین ذوالفقار	۴۶
اقبال اور نظریۂ شاعری	محمد شریف بقا	۵۷
اقبال کے دو خطوط	رحمان لطیف	۶۹

• **گوشۂ اقبال** اپریل ۶۷ء جلد ۱۵ شمارہ ۴ کل صفحات ۱۰۰

اقبال کی نثر عظیم	محمد عثمان	۱۹
اقبال اور غزل	سید محمد اکرام	۴۳
اقبال کے اردو کلام میں زرتشتی اور ایرانی عناصر	اے۔ ڈی۔ ارشد	۶۱

• **اقبال نمبر** اپریل۔ جولائی ۷۷ء جلد نمبر ۲۴ شمارہ ۳/۲ کل صفحات ۳۴۰

علامہ اقبال اور کتابِ زندہ	محمد منور	۹
علامہ اقبال کی مثنوی پس چہ باید کرد کا تفصیلی مطالعہ	میرزا ادیب	۳۷
اقبال اور سیہ فام اقوام	عارف سیال کوٹی	۷۵
اقبال کی نثر کا مزاج	سلیم اختر	۸۷
تلمیحات انبیائے کرام تصانیف اقبال میں	محمد ریاض	۱۰۳
اقبال بحیثیت بیرسٹر	محمد حنیف شاہد	۱۴۳

علامہ اقبال اور اکبر الٰہ آبادی	رحیم بخش شاہین	۱۶۱
اتاترک اور اقبال	معین الدین عقیل	۲۰۵
اقبال کا نظریۂ آبادی	سمیع اللہ قریشی	۲۳۵
اقبال کی سوانح عمری کا مسئلہ	رفیع الدین ہاشمی	۲۵۷
اقبال اور ملا شاہ لاہوری کا فلسفۂ خود شناسی	آغا یمین	۲۷۱
اقبال پر برصغیر پاک و ہند کی یونیورسٹیوں کے تحقیقی مقالات کی توضیحی کتابیات	ملک معین نواز اظہر	۲۸۳
نقش ناتمام حمید احمد خان کی کتاب "اقبال کی شخصیت اور شاعری کا سرسری جائزہ"	افتخار احمد صدیقی	۳۳۳

● گوشۂ اقبال | اپریل ۹۴ء | جلد نمبر ۴۱ | شمارہ ۲ | کل صفحات ۱۸۴

علامہ اقبال کا ایک بھولا بسرا نیاز مند — پروفیسر محمد اکبر منیر	غلام رسول ازہر	۴۷
پیام مشرق کی عالمگیر مقبولیت	رحیم بخش شاہین	۸۵
اقبال کا پہلا علمی مضمون (تاریخی جائزہ)	صدیق جاوید	۹۹
علامہ اقبال کی تاریخی ولادت	زاہد منیر عامر	۱۲۱
مثنوی چراغ دیر — ایک جائزہ	تحسین فراقی	۱۴۳

"اقبال" مجلہ لاہور

● اقبال نمبر | اکتوبر ۹۴ء | جلد نمبر ۴۱ | شمارہ ۴ | کل صفحات ۱۱۰

اقبال کا تصور معراج	سید محمد اکرم اکرام	5
اندلسی شاعر ابن عباد اور علامہ اقبال	ظہور احمد اظہر	۲۵

اقبال کی نظم "شمع و شاعر"	احمد ہمدانی		۳۵
اقبال کا عالمی ثقافت کا خواب اور امریکہ کا کردار	محمد انور صادق		۴۹
تصور صارفیت ـ پس چہ باید کرد اقوام مشرق کی روشنی میں	سعادت سعید		۶۱
علامہ محمد اقبال ـ کشمیر میں دو مقدمات کی پیروی	کلیم اختر		۷۷
"اقبال ـ شاعرِ مفکر"	نور الحسن نقوی	تبصرہ ادارہ	۹۷
علامہ اقبال اور میر حجاز	رفیع الدین ہاشمی	تبصرہ ادارہ	۹۹

سہ ماہی اقبال ریویو

• بیاد اقبال — جولائی ۶۰ء — جلد نمبر ۱ — نمبر ۲ — کل صفحات ۹۶

اقبال کا مدرسۂ تعلیم	سید عبد اللہ	۱
کلام اقبال میں کردار نگاری	ماہر القادری	۱۵
اقبال کا فلسفہ	محمد رفیع الدین	۲۷
اقبال کا تصور شریعت	خورشید احمد	۵۹
اقبال اور تصوف ـ چند تنقیحات	منظور احمد	۸۱

• بیاد اقبال — جنوری ۶۱ء — جلد نمبر ۱ — شمارہ ۴ — کل صفحات ۱۱۶

اقبال کے کلام میں روایت اور جدت	سید محمد یوسف	۱
اقبال اور "اخبار طریقت"	محمد عبد اللہ قریشی	۱۱
اقبال کا مالیاتی و محاصلی نظریہ	احمد عبد اللہ المسدوسی	۲۹
اقبال کی زندگی کا ایک ورق	شیخ اعجاز احمد	۵۱

اقبال کے جمالیاتی افکار	نصیر احمد ناصر	۹۱

● بیاد اقبال　جولائی ۶۲ء　جلد ۳　نمبر ۲　کل صفحات ۱۲۵

اقبال کے خطوط	سید عبدالواحد	۱
اقبال کا فلسفۂ خودی اور تصور آخرت	فروغ احمد	۹
اقبال کا نظریۂ ادب : ایک تقابلی جائزہ	محمد عثمان رمز	۴۵
اقبال کا نظریۂ خودی	ضامن نقوی	۶۲
چند نوادر بسلسلۂ اقبالیات	اکبر علی خاں	۷۹
وحدۃ الوجود اور فلسفۂ خودی (اقبال کے حوالے سے)	ابو سعید نور الدین	۹۸

● بیاد اقبال　جنوری ۶۳ء　جلد ۳　نمبر ۴　کل صفحات ۹۶

مولوی محبوب عالم اور اقبال	محمد عبداللہ قریشی	۱
اقبال کے کلام میں موضوع اور ہیئت کی ہم آہنگی	صوفی غلام مصطفےٰ تبسم	۱۵
اقبال اور سیکولرازم	بشیر احمد ڈار	۲۴
علامہ اقبال اور سلطان ٹیپو شہید	یوسف سلیم چشتی	۳۳
چند نوادر (بسلسلۂ اقبال)	اکبر علی خاں	۵۱
اقبال اور چند مغربی فلاسفہ	محمد امین الاسلام	۸۴

● اقبال نمبر　جولائی ــ اکتوبر ۷۷ء　جلد ۱۸　شمارہ ۳/۲　کل صفحات ۲۵۰

تقدیر امم اور علامہ اقبال	محمد ریاض	۱
اقبال اور مسئلہ خلافت	معین الدین عقیل	۳۷
اقبال ایک فلسفی شاعر کی حیثیت سے	اللہ بخش بروہی	۵۵
تیسری گول میز کانفرنس اور اقبال	رحیم بخش شاہین	۷۹

حالی اور اقبال کے مقامات آہ و فغاں	سلیم اختر	۱۲۷
اقبال کی زیر تصنیف اور غیر مطبوعہ کتب	محمد حنیف شاہد	۱۴۷
مزدور، اقبال، لینن، کارل مارکس اور سعدی	آغا یمین	۱۶۵
خوشحال خان خٹک اور	اختر راھی	۱۷۳
کشمیر کی ایک اقبال شناس شخصیت ـ	جیب کیفوی	۱۸۱
ـــ منشی سراج الدین احمد		
اقبال کا نظریۂ زندگی	وفا راشدی	۱۹۳
علامہ اقبال اور سائنس	ایس اے آر میر نخرگی	۱۹۹
نیرنگ خودی (بحوالۂ اقبال)	شفیقی عہدی پوری	۲۰۹
خطوط اقبال ـ ایک تنقیدی جایزہ	تبصرہ: فروغ احمد	۲۱۷
ـــ مرتب رفیع الدین ہاشمی		
علامہ اقبال اور عظمت انسانی	محمد معز الدین	۲۳۵
"حکیم فرزانہ" ـــ شیخ محمد اکرام	تبصرہ: محمد حنیف شاہد	۲۴۷

سہ ماہی اقبال ریویو (اقبالیات) لاہور

● گوشۂ اقبال　جولائی ـ ستمبر ۸۵ء　جلد ۲۶　شمارہ ۲ ، کل صفحات ۲۰۸

حیات اقبال کے چند نئے گوشے	سید شکیل احمد	۵
۱۹۸۴ء کے اقبالیاتی ادب کا جایزہ	رفیع الدین ہاشمی	۵۵
پیام مشرق ـــ چند اشعار کا ترجمہ و فرہنگ	محمد سہیل عمر / احمد جاوید	۱۰۹
اقبال کا تیسرا سفر یورپ	رحیم بخش شاہین	۱۱۷
بال جبریل کے منظوم کشمیری اور سنسکرت تراجم	کلیم اختر	۱۳۳
محمد اقبال ـــ میر سید میر شکر کی کتاب کا	جگن ناتھ آزاد	۱۳۹
تجزیاتی مطالعہ		

مطالعہ اقبال کے چند پہلو — میرزا ادیب	تبصرہ: وحید عشرت	۲۰۳

بازیافت — شعبہ اردو کشمیر یونیورسٹی

● گوشۂ اقبال　جنوری ۷۹ء　جلد و شمارہ ندارد　کل صفحات ۱۵۴

اقبال کی دو طویل نظموں کی باز آفرینی	مسعود حسین خاں	۷
اقبال اور ہمارے فکری رویے	جگن ناتھ آزاد	۲۵
اقبال کا عمرانی تصور	ابن فرید	۴۹
غزل کی زبان اور اقبال	منظر اعظمی	۶۲

ماہنامہ: جامعہ دہلی

● اقبال نمبر　اپریل ۶۱ء　جلد ۴۵　شمارہ ۶　کل صفحات ۲۸۳—۳۳۳

اقبال کا مقام	سید عابد حسین	۲۸۳
اقبال کی انسان دوستی	خواجہ غلام السیدین	۲۸۷
علامہ اقبال کی ایک لازوال نظم	عبادت بریلوی	۳۰۸
اقبال پر چکبست کی ایک تنقید	عابد رضا بیدار	۳۱۴

● اقبال نمبر　جنوری/مارچ ۷۸ء　جلد ۷۵　شمارہ ۱—۳　کل صفحات ۱۴۵

اقبال اور جامعہ ملیہ	عبد اللطیف اعظمی	۷
تڑپ رہا ہے فلاطوں بیان غیب و حضور	جگن ناتھ آزاد	۸۹
اقبال اور بیداری ذات	وزیر آغا	۱۱۳
اقبال کی شاعری کی زبان	رفیعہ سلطان	۱۲۴
اقبال صدی اور اقبال ناشناسی	عتیق صدیقی	۱۳۲
اقبال پر چند تازہ کتابیں	تبصرہ نگار عبد اللطیف اعظمی	۱۴۰

ماہنامہ الحمراءؔ لاہور

اقبال نمبر — اپریل مئی ۵۲ء — جلد ۲ — شمارہ ۴-۵ — کل صفحات ۱۵۹-۲۴۶

اقبال کے ساتھ چند لمحے	حمید احمد خاں	۱۶۵
اقبال اور مسئلہ عقل و عشق	جعفر علی خاں اثر	۱۷۰
عرفیؔ، غالبؔ اور اقبال	سید علی عباس جلالپوری	۱۸۴
اقبال اور درویشی	بشیر ساجد	۱۹۴
مکاتیب اقبال میں بعض اہم کتابوں کا ذکر	عبدالعزیز کمال	۱۹۹
دیباچہ اسرار خودی	علامہ اقبال	۲۱۰
اقبال کے چند قدیم رقعات	مختار الدین احمد آرزو	۲۱۳
کلام اقبال کی چند اصلاحات	سعید اختر درانی	۲۱۶
مثنویات اقبال	عبدالرحمٰن بجنوری مترجم مالک رام	۲۲۸

ماہنامہ "شاعرؔ" بمبئی

گوشۂ اقبال — دسمبر ۷۸ء — جلد ۴۹ — شمارہ ۱۲ — کل صفحات ۸۲

حیات اقبال ایک نظر میں	جگن ناتھ آزاد	۸
سردار جعفری سے ایک ملاقات	افتخار امام صدیقی	۱۰
اقبال اور فکر مغرب	تارا چرن رستوگی	۱۹
علامہ اقبال سے متعلق خوش فہمیاں	سلیم اختر	۲۴
اقبال کے کلام میں اشاریت	سلیمان اطہر جاوید	۳۱
اقبال اور تلاش آدم	طیب انصاری	۳۷
اقبال کی شاعری میں ڈرامائی عناصر	ابراہیم اشک	۴۱

اقبال پر موصولہ کتابوں پر تبصرے	افتخار امام صدیقی	۶۶

● **اقبال نمبر** جنوری تا جون ۱۹۸۸ء جلد ۵۹ شمارہ ۱۔۶ کل صفحات ۶۴۸

توقیت اقبال	مرتب افتخار امام صدیقی	۲۴
اقبال کی تاریخ ولادت	محمد عظیم فیروز آبادی	۳۳
اقبال کے والد کا نام	محمد عظیم فیروز آبادی	۴۱
بڑی شاعری	علی سردار جعفری	۴۷
اقبال کے تہذیبی رویے	محمد حسن	۴۹
اقبال خطابت اور شاعری	جگن ناتھ آزاد	۵۸
اقبال اور شپنگلر	وزیر آغا	۶۹
اقبال اور قادیانیت	تارا چرن رستوگی	۷۴
علامہ اقبال اور احمدیت	شیخ اعجاز احمد	۷۸
اقبال کا ادبی و تنقیدی شعور	سلیمان اطہر جاوید	۸۳
اقبال کا فلسفۂ انقلاب	وحید عشرت	۹۵
۱۹۸۶ء کا اقبالیاتی ادب ـــ ایک مختصر جائزہ	رفیع الدین ہاشمی	۹۸
ترانۂ ہندی ایک تنقیدی مطالعہ	عبداللطیف اعظمی	۱۰۹
مسجد قرطبہ ـــ ایک اسلوبیاتی مطالعہ	رفاد فتیحی	۱۲۵
داستانی از دکن آوردہ ام	سلیم تمنائی	۱۳۸
اقبال بنام لمعہ حیدر آبادی	اکبر رحمانی	۱۶۳
خاورستان	افسر سیمابی	۱۷۵

سخن ہائے گفتنی	نیاز فتح پوری	۱۷۷
افسر سیمابی کے کلام پر تبصرہ۔ افسر کا کلام اقبال سے متاثر ہے		
اکبری اقبال ـــ ایک تعارف	افتخار امام صدیقی	۱۸۷
مظلوم اقبال ـــ ایک تعارف	افتخار امام صدیقی	۱۹۹
"مظلوم اقبال" شیخ اعجاز احمد۔ ایک تبصرہ	وحید عشرت	۲۴۳
قصہ ایک خط کا	وحید عشرت	۲۵۶
خدوخال اقبال۔ محمد امین زبیری۔ تعارف	افتخار امام صدیقی	۲۷۳
خدوخال اقبال۔ ایک مطالعہ	رفیع الدین ہاشمی	۳۱۲
اقبال یورپ میں۔ ایک تعارف ـــ از سعید اختر درانی	افتخار امام صدیقی	۳۱۹
علامہ اقبال کی تاریخ پیدائش	سعید اختر درانی	۳۲۴
چند نئے زاوئیے		
محمد اقبال اور جرمنی۔ نامہ و پیام دل کا	محمد امان اللہ ہوبوہم	۳۲۸
اقبال کے غیر مطبوعہ بنام مس ویگے نا	ترتیب و ترجمہ سعید اختر درانی	۳۴۵
تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی جائزہ	افتخار امام صدیقی	۳۷۵
اقبال کے پانچ غیر مطبوعہ خطوط	سید مظفر حسین برنی	۴۵۳
نوادرات اقبال	ترتیب اکبر حیدری کاشمیری	۴۶۵
نوادرات اقبال	جمع و ترتیب ادارہ	۴۸۷
علامہ اقبال کے خطوط بنام متولی محمد عبدالجمیل بنگلوری مرحوم	ظفر الاسلام ظفر	۴۹۸

علامہ اقبال اور ان کے اہل وعیال — جمع و ترتیب اکبر علی خاں عرشی زادہ — ۵۲۱

علامہ اقبال کی پہلی شادی کا پس منظر — خواجہ عبدالرشید — ۵۳۱

روزنامچہ عطیہ فیضی — ترتیب افتخار امام صدیقی — ۵۳۴

ایک بھولی ہوئی صحبت — ضیاء احمد برنی — ۵۳۸

آفتاب اقبال سے عرشی زادہ کا تحریری انٹرویو — ۶۲۵

"شیرازہ" سرینگر

● گوشۂ اقبال — اپریل ۸۳ء — جلد ۲۲ — شمارہ ۴ — کل صفحات ۹۴

اقبال کے ذہن پر مغرب کا اثر — حامدی کاشمیری — ۵

اقبال کا جوہر ادراک — شیخ حبیب اللہ — ۱۷

اقبال اور قلب ونظر کی زندگی — محمد بدیع الزماں — ۴۲

اقبال کا ایک شعر اور رشید احمد صدیقی — بشر علی صدیقی — ۵۱

بچوں کے ادب میں اقبال کا حصہ — شاہوار بیگم — ۵۹

اقبال اور آہِ سحر — غلام رسول غیور — ۶۵

● گوشۂ اقبال — اپریل ۸۵ء — جلد ۲۴ — شمارہ ۴ — کل صفحات ۱۱۰

علامہ اقبال کا اثر کشمیری شاعری پر — محمد یوسف ٹینگ — ۵

اقبالؒ موسیٰ اور متعلقات موسیٰ — ساحل احمد — ۱۸

اقبال پر کفر کا فتویٰ — محمد بدیع الزماں — ۲۹

اقبال کے ایک شعر کی تشریح — نجم الحسن انجم ادیب — ۵۹

اقبال اور ملتِ عربیہ — شیخ حبیب اللہ — ۶۵

● گوشۂ اقبال — اپریل ۸۸ء — جلد ۲۷ — شمارہ ۴ — کل صفحات ۱۲۴

میں ہلاک جادوئے سامری — محمد بدیع الزماں — ۵

ساقی نامہ ــــ ایک مطالعہ	سردار احمد	۳۹
ڈاکٹر احمد امین کے افکار پر اقبال کا اثر	بدرالدین بٹ	۵۲
اقبال اور جمہوریت	آفاق فاخری	۶۵
علامہ اقبال کی ایک سند	شہوار بیگم	۷۱

● گوشۂ اقبال اپریل/مئی ۹۰ء جلد ۲۹ شمارہ ۴/۵ کل صفحات ۱۷۲

کلام اقبال کی بازیافت ــــ ایک حیرت انگیز دریافت	اکبر حیدری کاشمیری	۷
اقبال، سوامی رام تیرتھ، سوامی وویکانند ــــ ایک مطالعہ	تارا چرن رستوگی	۵۱
انسان اور بزم قدرت ــــ قرآن کی روشنی میں	محمد بدیع الزماں	۶۳
اقبال کی دو نظمیں "ذوق و شوق" اور خضر راہ ــــ ایک مختصر جائزہ	منظر اعجاز	۸۶

● گوشۂ اقبال اپریل ۹۱ء جلد ۳۰ شمارہ ۴ کل صفحات ۳۴۴

اقبال کی بعض نادر و نایاب تحریریں	اکبر حیدری کاشمیری	۷
بانگ درا کی مختصر نظموں کا فکری و نفسیاتی پس منظر	محمد بدیع الزماں	۶۰
علامہ اقبال اور مولانا آزاد ــــ تصور خودی کے تناظر میں	منظر اعجاز	۷۶
اقبال اور کشمیری شاعری	امین کامل / مترجم ظفر منظر	۹۹

سہ ماہی "صحیفہ" لاہور

● اقبال نمبر حصہ دوم — جنوری ۷۴ء — شمارہ ۶۶ — کل صفحات ۱۴۵

اقبال کے نظریۂ علم کے چند پہلو	سید عبداللہ	۱
اقبال مستقبل شناس سیاست دان کی حیثیت سے	عبدالسلام خورشید	۱۴
خطبات اقبال کا پس منظر	سمیع اللہ قریشی	۲۲
اقبال اور رومی	سید عبدالواحد معینی	۳۴
کیا مذہب ممکن ہے؟	محمد عثمان	۴۲
علامہ اقبال کی فارسی غزل	محمد منور	۶۰
قارئین اقبال کے لیے گوئٹے کی اہمیت	ممتاز حسن	۱۴۰

● اقبال نمبر حصہ اول — جولائی/اکتوبر ۷۷ء — جلد — شمارہ — کل صفحات ۳۲۰

اقبال کے غیر مسلم مداح اور نقاد	سید عبداللہ	۱
اقبال کے نظام فکر میں سائنس کا مقام	محمد رضی الدین صدیقی	۱۷
اقبال اور چغتائی	وحید قریشی	۲۹
جمہوریت اقبال کی نظر میں	محمد شمس الدین صدیقی	۴۳
سر اقبال دے تال میل	حامد علی خاں	۶۰
داستانے از دکن آوردہ ام	محمد عبداللہ قریشی	۶۶
خفتگانِ خاک سے استفسار	شریف کنجاہی	۸۲
علامہ اقبال کی ایک مثنوی۔ مسافر	میرزا ادیب	۹۰
اقبال اور برگسان کا ذہنی قرب و بعد	جگن ناتھ آزاد	۱۱۳
اقبال کے ایک مصرعے کی تشریح ع "خندہ زن ہے غنچۂ دلی گل شیراز پر"	جابر علی سید	۱۲۱

گلشن راز جدید — ایک سرسری و مختصر جائزہ	عشرت رحمانی	۱۲۵
اقبال — انحراف کا شاعر	انیس ناگی	۱۳۲
توشب آفریدی چراغ آفریدم	سلیم اختر	۱۳۸
اقبال کے پنجابی تراجم	ریاض احمد شاہ	۱۷۶
سید جمال الدین افغانی اور اقبال	معین الدین عقیل	۱۹۵
اقبال کے کلاسیکی نقوش	انور سدید	۲۲۷
شیخ نور محمد — پدر و مرشد اقبال	رحیم بخش شاہین	۲۵۱
اقبال یورپ میں — چند تاریخی مغالطے	صدیق جاوید	۲۷۶
اقبال کی شاعری کا آغاز	کلب علی خاں فائق	۳۰۶

• اقبال نمبر حصہ دوم   نومبر/دسمبر ۷۷ء   جلد و شمارہ   کل صفحات ۱۹۶

اقبال کے چند نادر خطوط	بشیر احمد ڈار	۱
اقبال کا تحقیقی مقالہ — فلسفۂ عجم	افتخار احمد صدیقی	۱۱
علامہ اقبال مزار بابر پر	عبد الغنی	۲۳
اقبال کا نظریہ — فن تعمیر کے بارے میں	عبداللہ چغتائی	۳۰
مکاتیب اقبال بنام قائد اعظم کا پس منظر اور اساس پاکستان	سید علی عباس	۴۹
علامہ اقبال بحضور قرآن	محمد منور	۶۱
سویت یونین میں اقبال شناسی	فتح محمد ملک	۷۵
اقبال (عربی)	طٰہٰ حسین مترجم خورشید رضوی	۸۱

اقبال شاعرِ حیات (فارسی)	غلام حسین یوسفی مترجم محمد ریاض	۹۱
اقبال کی شعری لسانیات	امجد اسلام امجد	۱۱۴
اقبال کے پانچ غیر مدون خطوط	رفیع الدین ہاشمی	۱۲۹
سرہو گئے اقبال	محمد حنیف شاہد	۱۳۸
فکرِ اقبال۔ پس منظر و پیش منظر	سراج منیر	۱۵۲
مولوی ظفر علی خان اور علامہ اقبال	اختر راہی	۱۵۹
فکرِ اقبال کا ماخذ	جمیل یوسف	۱۶۹
اقبال، اور علم	ریاض صدیقی	۱۸۱
"اقبال کی شخصیت اور شاعری"		۱۹۱
حمید احمد خان	مبصر: سید عبداللہ	

سہ ماہی "فنون" لاہور

● اقبال نمبر	دسمبر ۷۷ء	دورِ نو	شمارہ ۷	کل صفحات ۱۶۵

۔ پورا اقبال	احمد ندیم قاسمی	۸
۔ یزداں بکمند آور د	خالد احمد	۱۰
اقبال کے چند غیر مدون اور غیر مطبوعہ خطوط	محمد عبداللہ قریشی	۱۲
"ملتِ بیضا" پر ایک عمرانی نظر کا انگریزی متن	ملک احمد نواز	۱۶
لسان العصر اکبر کے کلام میں ہیگل کا رنگ	علامہ اقبال مترجم محمد عبداللہ قریشی	۲۲
افغانستان جدید	علامہ اقبال مترجم ابوبکر صدیقی	۲۵

اقبال اور آہنگِ عرب	سید محمد عبداللہ	۳۶
اقبال اور وحدت الوجود	بشیر احمد ڈار	۴۶
اقبال کی روحانی مادیت	محمد شمس الدین صدیقی	۵۵
کچھ علامہ اقبال کی ولادت اور حالات کے بارے میں	کلب علی خاں فائق	۶۱
بانگ درا کی ابتدائی نظمیں	شریف کنجاہی	۶۵
منشی نذر محمد ـ اقبال کے ایک قریبی دوست	ارشد میر	۷۵
کلام اقبال کی چند اردو تراکیب	محمد ریاض	۸۱
اقبال اور جدید نفسیات	نسیم نیشو فوز	۹۲
کیا اقبال نرگسی تھے؟	سلیم اختر	۹۵
نئے پرانے ـ علامہ اقبال	امجد اسلام امجد	۱۰۳
اقبال اور نئے انسان کی تلاش	عاصی کرنالی	۱۱۴
مجھ کو بھی شرمسار کر	عطاء الحق قاسمی	۱۱۷
علامہ اقبال کا معاشی تصور	ابوبکر صدیقی	۱۱۹
اقبال کے استاد مشفق ـ سر طامس آرنلڈ	سعید اختر درانی	۱۳۰
اقبال کی انقلابیت	ریاض صدیقی	۱۳۹
عظمت اقبال	ہربرٹ ریڈ مترجم سلیم اختر	۱۴۶
سندھ میں اقبال کی مقبولیت	کریم بخش خالد مترجم رحمت فرخ آبادی	۱۵۰
ترجمان حقیقت، فارسی شاعر علامہ محمد اقبال (ایران میں لکھا جانیوالا قدیم ترین مقالہ)	محمد محیط طباطبائی مترجم محمد ریاض	۱۵۹

ماہنامہ "قومی زبان" کراچی

● بیاد علامہ اقبال — اپریل ۸۲ء — جلد ۵۲ — شمارہ ۴ — کل صفحات ۶۳

اقبال اور مغرب	رفیق خاور	۵
اقبال اور سرحد	محمد پردیش شاہین	۱۱
اقبال ایک مستقبل شناس	عابدہ ریاست رضوی	۱۹
اقبال کے دو اساتذہ	میاں محمد صادق	۲۶

● بیاد شیخ اقبال — نومبر ۸۲ — جلد ۵۲ — شمارہ ۱۱ — کل صفحات ۶۴

علامہ اقبال اور بابائے اردو	ادارہ	۵
اقبال اور ان کی فارسی شاعری	سید محمد علی مترجم محمد ریاض	۸
وحدت الوجود اور خودی (اقبال کے حوالے سے)	محمد اقبال جاوید	۳۴
علامہ اقبال اور عورت	راحیلہ طیب	۴۴

● بیاد علامہ اقبال — اپریل ۸۳ء — جلد نمبر ۵۳ — شمارہ ۴ — کل صفحات ۶۴

روح اقبال	رضی الدین صدیقی	۷
اقبال اور ظفر علی خان	علیم صدیقی	۱۲
علامہ اقبال سفر دہلی ۱۹۰۵ء لندن روانگی کے موقع پر	محمد ایوب قادری	۲۴

"ماہِ نو" کراچی

اقبال نمبر (تیس سالہ انتخاب) — ستمبر ۷۷ء — جلد — شمارہ — کل صفحات ۴۳۰

منصور حلاج اقبال کی نظر میں	اینی میری شمل	۷
غالب پیشرو اقبال	سید عبداللہ	۱۴
اقبال اور نطشے	بشیر احمد ڈار	۲۴

دانتے اور اقبال	ایسا نذر بوزانی	۹۳
غزالی، ولیم جیمز اور اقبال	خالد اسحٰق	۴۰
اقبال اور آئن سٹائین	ضمیر علی	۴۴
حافظ اور اقبال	کرم حیدری	۴۹
اقبال کا ایک ممدوح ۔ نظیری	سید محمد عبداللہ	۵۵
اقبال اور بیدل	ابواللیث صدیقی	۶۲
کلام اقبال میں خونِ جگر کی اصطلاح	عزیز احمد	۷۱
اقبال کا نظریۂ فن	سید ذوالفقار عظیم	۷۳
اقبال کا نظریۂ فن و ادب	محمد دین تاثیر	۷۸
ادب اور فنونِ لطیفہ کے متعلق اقبال کا نظریہ	عندلیب شادانی	۸۱
فن اور فطرت — فکرِ اقبال کے آئینے میں	ممتاز حسین	۸۴
خونِ جگر کی نمود	محمد طاہر فاروقی	۸۹
اقبال کا نظریۂ ادب	ممتاز حسین	۹۷
مولانا روم اور اقبال	خلیفہ عبدالحکیم	۱۰۱
مرشدِ روم	رفیق خاور	۱۰۶
مطالعۂ رومی کی تاریخ میں اقبال کا مقام	سید محمد عبداللہ	۱۱۲
مولانا رومی اور اقبال	میاں بشیر احمد	۱۱۸
اقبال کا مذہبی شعور	شوکت سبزواری	۱۳۱
اقبال کا تصور الٰہ	خلیفہ عبدالحکیم	۱۳۵

اقبال کا فلسفہ مذہب اور یورپ	الیساندر بوزانی	۱۳۸
اقبال اور عشق	سید عابد علی عابد	۱۴۵
اقبال کے ساقی نامے	محمد ریاض	۱۵۰
اقبال کی شاعری کا انسانی پہلو	عبادت بریلوی	۱۵۷
شاعر مشرق	رش بروک ولیمز	۱۶۵
اقبال کی شاعری کا ایک کردار	سید وقار عظیم	۱۶۷
شاعر مشرق	الیساندر نورانی	۱۷۲
مسجد قرطبہ کی شاعرانہ عظمت	محمد عبدالرب صدیقی	۱۷۷
اقبال کے کلام میں صوفیائے کرام کی تلمیحات	جمیل نقوی	۱۸۲
غزل میں نئی جہت اور اقبال	سلیم اختر	۱۸۶
شاعر مشرق	سر مالکم ڈارلنگ	۱۹۱
اقبال اور بحروں کا انتخاب	جمیل الرحمٰن	۱۹۴
کہئے کیا حکم ہے دیوانہ بنوں کہ نہ بنوں	جلیل قدوائی	۲۰۰
ایک جوئے کہستان ۔ موج رواں	عابد رضا بیدار	۲۰۲
خدنگ جستہ	رئیس مینائی	۲۲۲
برگ و بار — (تاریخ پیدائش اقبال سے متعلق)	منظر صدیقی	۲۲۸
حرف دلنواز	ع۔ ع۔ عباسی	۲۳۰
نغمہ کجا و من کجا	کرم حیدری	۲۳۴
اقبال کا تصور فقر	یوسف سلیم چشتی	۲۴۱
اقبال اور معاشرہ	محمد باقر	۲۴۴

اقبال اور صوفی	سید محمد عبداللہ	۲۵۱
سکون و حرکت اقبال کی نظر میں	ممتاز حسین	۲۵۷
اقبال کا تدریجی ارتقاء	یوسف ظفر	۲۶۱
اقبال کی نظر میں تعلیم کا مقصد	فیاض محمود	۲۶۹
اقبال کا مقصد حیات	عبداللہ قریشی	۲۷۲
اقبال اور معاشی نظریہ	قاضی عبدالحمید	۲۷۷
اقبال بحیثیت مفکر	سید عبدالواحد	۲۸۲
اقبال کا نظریہ انسان کامل	ابوسعید نورالدین	۲۸۶
احترام آدمی	شاہ عبدالغفور	۲۹۰
اقبال کا نظریہ حرکت	عبدالرحمٰن فگار	۲۹۵
اقبال اور جدید نسل	مسعود گوہر	۳۰۲
اقبال اور پاکستان	ممتاز حسن	۳۰۵
اقبال کی فریاد	قدرت اللہ شہاب	۳۲۱
اقبال اور پاکستانی ادب	عزیز احمد	۳۲۴
اقبال اور سسلی	عباد اللہ فاروقی	۳۲۷
عشق دم جبریل	ریاض الدین	۳۳۰
اقبال اور بنائے پاکستان	سید عبدالواحد	۳۳۴
اقبال کا ایک غیر مطبوعہ خط بنام آل احمد سرور	"	۳۴۱
اقبال کا رد کردہ کلام	عزیز احمد	۳۴۳
اقبال کے چند نوادر	اکبر علی خاں	۳۴۹

اقبال کے چند قدیمی رقعات	مختار الدین احمد آرزو	۳۵۷
بیا بہ مجلس اقبال	مولوی عبد الحق	۳۶۱
ڈاکٹر اقبال کی معیت میں چند لمحات	ضیاء الدین احمد برنی	۳۶۳
علامہ اقبال سے ایک ملاقات	صوفی تبسم	۳۶۵
اقبال کا فلسفۂ خودی	عندلیب شادانی	۳۶۷
فلسفہ اقبال پر تنقیدی اشارے	مسعود حسین	۳۶۹
اقبال کا تصور خودی	آصف جاہ کاروانی	۳۷۱
اقبال اور سیرینلزم	رفیق خاور	۳۸۲
اقبال وجودیوں کے درمیان	ضمیر علی بدایونی	۳۸۷
تغیر معنی	فیض الرحمن اعظمی	۳۹۲
اقبال اور ان کے ہم عصر عربی شعرا	انوار الجندی	۳۹۷
اقبال اور بنگالی ادیب	وحید قیصر ندوی	۴۰۲
ایران اور اقبال	حضور احمد سلیم	۴۰۶
اقبال کا ایک ترجمان ——	ضیاء الحسن موسوی	۴۱۶
عبد الوہاب عزام		

ماہنامہ "المعارف" لاہور

● اقبال نمبر — ستمبر / اکتوبر ۷۷ء — جلد ۱۰ شمارہ ۹-۱۰ — کل صفحات ۱۴۸

حکمرانی کا خداداد حق	علامہ اقبال	۳
	مترجم ابوبکر صدیقی	
جہانِ اقبال، جہانِ قرآن	محمد منور	۸
اقبال عالم بالا میں	غلام جیلانی برق	۲۵

اقبال کا نظریۂ شعر	احمد ندیم قاسمی	۳۶
علامہ اقبال اور مغربی تہذیب	میرزا ادیب	۴۲
اقبال کا پسندیدہ معاشی نظام	رحیم بخش شاہین	۵۰
اقبال اور نظریۂ پاکستان کی اساس	سلیم اختر	۶۶
اقبال اور فلسطین	عبدالسلام خورشید	۷۵
ارمغانِ حجاز	محمد ریاض	۸۲
تصوف اقبال کی نظر میں	شاہد حسین رزاقی	۹۷
اقبال کا نظریۂ تعلیم	عارف سیالکوٹی	۱۱۶
پنجاب کونسل کی نیابت اور اقبال	محمد عبداللہ قریشی	۱۲۲
اقبال اور غازی علیم الدین شہید	محمد حنیف شاہد	۱۳۴

● بیادِ اقبال — نومبر ۷۷ء — جلد ۱۰ — شمارہ ۱۱ — کل صفحات ۵۰

اقبال اور حبِ رسولؐ	جمیلہ شوکت	۴
وہابی تحریک اور اقبال	معین الدین عقیل	۱۶
اقبال اور مولانا انور شاہ کشمیری	کلیم اختر	۲۷
اقبال کا نظریۂ زندگی	وفا راشدی	۴۰
اقبال اور تاثیر	اختر راہی	۴۳

ششماہی "نقد و نظر" علی گڑھ

● اقبال نمبر — جون تا دسمبر ۸۳ء — جلد ۵ — شمارہ — کل صفحات ۱۱۵

نظریۂ وحدتِ مطلق	علامہ اقبال مترجم عبدالرحیم قدوائی	۹
اقبال اور قصۂ آدم و حوا	اقبال احمد انصاری	۳۱
اقبال کی لفظیات	قاضی افضال حسین	۴۷
اقبال کا نظریۂ غزل اور اسکی تعبیر	شان الحق حقی	۶۱

غزلِ اقبال ع ہر چیز ہے محوِ خود نمائی تجزیہ — اسلوب احمد انصاری — ۷۸
غزلِ اقبال ع گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر تجزیہ — انور صدیقی — ۸۴
غزلِ اقبال ع می تراشد فکرِ ما ہر دم خداوندی دگر: تجزیہ — زیڈ۔ اے۔ عثمانی — ۹۳
نقشِ اقبال۔ اسلوب احمد انصاری — تبصرہ نگار: انور صدیقی — ۱۰۵
زندہ رُود جاوید اقبال — تبصرہ نگار: اسلوب احمد انصاری

نقوش ——— لاہور

● اقبال نمبر — ستمبر ۷۷ء — شمارہ ۱۱۱ — جلد ندارد — کل صفحات ۵۷۴

حیات نامہ اقبال — رفیع الدین ہاشمی — ۹
حیاتِ اقبال — عبدالقوی دسنوی — ۲۶
علامہ اقبال بارگاہ رسالت میں — غلام مصطفےٰ خاں — ۴۸
اقبال اور روحانیت — غلام جیلانی برق — ۷۱
اقبال چند عاشقانِ رسولؐ کے ساتھ — محمد ریاض — ۹۶
علامہ اقبال کی دعائیں — میرزا ادیب — ۷۷
اقبال اور ابن عربی — سید محمد عبداللہ — ۱۱۲
اقبال اور عراقی — امتیاز علی عرشی — ۱۲۶
اقبال اور سنائی — بشیر احمد ڈار — ۱۵۲
اقبال اور حافظ — یوسف حسین خاں — ۱۷۵
اقبال اور غالب — ڈاکٹر عبدالحق — ۱۴۴
اقبال اور اس کے دو مفکر معاصرین — خواجہ عبدالرشید — ۱۳۴

اقبال کا نظامِ فکر	رضی الدین صدیقی	۲۰۱
اقبال ایک دیدہ ور	نبی بخش بلوچ	۲۱۰
اقبال — ہمارا عظیم ترین شاعر	محمد احسن فاروقی	۲۱۲
اقبال کا نظریۂ تاریخ	محمد شمس الدین صدیقی	۲۲۰
اقبال کی اپنے کلام پر نظرِ ثانی	جگن ناتھ آزاد	۲۳۴
اقبال اور بیدارئ ذات	وزیر آغا	۲۶۶
اقبال کی نظر میں انسانی زندگی کا مقصد	نذیر احمد	۲۷۲
اقبال کا مثالی انسان	جگن ناتھ آزاد	۲۷۵
اقبال کا حصہ اردو غزل میں	فرمان فتح پوری	۲۹۰
اقبال کی ایک نظم (سرودِ انجم)	صوفی غلام مصطفٰے تبسم	۳۰۵
اقبال گلشن راز قدیم اور جدید	میکش اکبر آبادی	۳۱۴
اقبال — جاوید نامہ کا ایک پہلو	اسلوب احمد انصاری	۳۲۹
اقبال اور رسالۂ معارف	نجم الاسلام	۳۴۴
اقبال اور اقتصادیات	مرزا امجد علی بیگ	۳۶۰
اقبال کی توحیدی فکر اور وحدت	سجاد باقر رضوی	۳۶۸
اقبال اور تاریخ گوئی	کسریٰ منہاس	۳۸۱
اقبال کا نفسیاتی مطالعہ	سلیم اختر	۴۱۲
اقبال اور نئی نسل	ملک حسن اختر	۴۴۱
اقبال اور پاکستان	عبد السلام خورشید	۵۳۸
اقبال بطور ممتحن	محمد حنیف شاہد	۴۵۴
اقبال کا ایک غیر مطبوعہ خط	ارشد میر	۵۲۳

اقبال اور بہاولپور	مسعود حسن شہاب	۵۳۱
ایک تاریخ ساز خطبہ	مختار زمن	۵۰۵
گمشدہ اوراق اقبال	محمد حنیف شاہد	۴۷۸
علامہ اقبال کے سفر کی روئیداد اور خطبات	محمد عالم مختار حق	۵۵۰

"نیرنگ خیال" لاہور کا اقبال نمبر جو حکیم یوسف خان کی ادارت میں ۱۹۳۲ء میں شایع ہوا

● اقبال نمبر (مع اضافہ) نومبر ۷۷ء شمارہ ۱۲۲ کل صفحات ۶۰۰

اقبال اکاڈمی	راغب احسن	۹
ڈاکٹر شیخ سر محمد اقبال	منشی محمد دین فوق	۱۶
فلسفہ سخت کوشی	چراغ حسن حسرت	۳۵
علامہ سر اقبال کے استاد	شیخ آفتاب احمد	۴۱
اقبال کی شاعری	ملک راج آنند	۵۰
اقبال اور اسلامی دنیا کے دیگر شعرأ	ملک عبد القیوم	۶۰
پیام اقبال	قاضی عبد الغفار	۶۴
مثنویات اقبال	عبد الرحمن بجنوری	۸۰
اقبال اور سیاست عالیہ	سید زبیر	۹۰
جاوید نامہ	محمد اسلم جیراج پوری	۱۱۰
متقادل اقبال	غلام احمد پرویز	۱۱۸
علامہ اقبال ایک ریفارمر کی حیثیت سے	محمد عبد الرشید فاضل	۱۳۱
جاوید نامہ	چودھری محمد حسین	۱۴۰
علامہ اقبال اور فلسفۂ تصوف	ادیب اے آبادی	۱۶۵

علامہ اقبال	احمد علی خان درانی	۱۷۳
اقبال کی شاعری پر قیام یورپ کا اثر	ممتاز حسن	۱۸۰
کلام اقبال کی ادبی خوبیاں	محمد اکبر خاں	۲۰۶
اقبال ایک مصلح کی حیثیت سے	شیخ عبدالرحمٰن	۲۱۵
پیام مشرق	ڈاکٹر نکلسن	۲۲۴
ٹیگور اور اقبال	مرزا عسکری علی خاں	۲۳۶
اقبال پر ایک محققانہ نظر	راغب احسن	۲۳۷
شاعرانِ عالم اور شاعرِ اسلام	ظفر قریشی دہلوی	۲۴۵
حُسنِ عقیدت	محمد عمر نور الٰہی	۲۴۷
میرؔ، غالبؔ، اقبال	حامد حسن قادری	۲۴۸
تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ	نذیر نیازی	۲۴۹
اقبال اور فلسفۂ مغرب	ممتاز حسن احسن	۲۶۰
اسلام قوت اور وطنیت	سر محمد اقبال	۲۹۹
بانگ درا	مولوی عبدالحق	۳۰۸
رومی، نطشے اور اقبال	خلیفہ عبدالحکیم	۳۲۱
سر محمد اقبال	پطرس	۳۲۸
اقبال کا پیغام	دیا نرائن نگم	۳۳۱
حیات اقبال	سید نجیب اشرف ندوی	۳۳۳
فلسفہ اقبال	محمد دین تاثیر	۳۴۸
اسماء الرجال اقبال	محمد دین تاثیر	۳۶۳
اقبال کا الٰہیاتی فلسفہ	الیگزنڈر بوسانی	۳۷۰

بال جبریل پر سرسری نظر سے	نذیر نیازی	۳۷۶
ارمغانِ حجاز	سہا مجددی	۳۸۴
فلسفہ اقبال میں راہ حیات	یوسف حسین خاں	۳۹۵
اقتباسات از افکار مفکرین حاضرہ	سید عابد حسین	۳۹۷
اقبال اور شعر و شاعری	تمکین کاظمی	۴۰۰
اقبال کا پیام	محمد سرور	۴۲۲
اقبال کی شاعری کے تین دور	مبشر علی صدیقی	۴۲۴
اقبال کی اردو شاعری	محمد جمیل احمد	۴۳۴
اقبال اور بھرتری ہری	میرزا محمد بشیر	۴۵۴
اقبال کے بدلتے ہوئے نظریات	راز ہاشمی	۴۵۷
اقبال اور اسلام	حامد علی حجازی	۴۶۱
اقبال کا نظریۂ خودی	سید ذوالفقار علی	۴۷۱
طبقہ نسواں اور علامہ اقبال	محمد جمیل احمد	۴۹۷
پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق	محمد حبیب الرحمٰن	۵۰۵
ارمغانِ حجاز	عبدالرشید طارق	۵۱۷
اقبال کے فلسفہ کی ایک جھلک	سید اسمٰعیل حسن	۵۳۹
اقبال و ٹیگور	محمد جمیل احمد	۵۴۵
اقبال پر بعض فضلا کی حرف گیری	رشید احمد صابر	۵۴۹
اقبال پر ایک اعتراض کا جواب	سید ذوالفقار علی نسیم	۵۶۰
اقبال اور عصر حاضر کی سیاسی تحریکات	محمد جمیل احمد	۵۶۶
اقبال اور ہمارے فرائض	عبدالغنی عباسی	۵۸۱

اقبال	محمد طفیل	۵۸۴
اقبال اور نیرنگِ خیال	سلیم اختر	۵۸۹

● اقبال نمبر ۲ دسمبر ۷۷ء شمارہ ۱۲۳ کل صفحات ۶۵۴

اقبال کے غیر مطبوعہ خطوط	(عطیہ) صلاح الدین محمود	۶
علامہ اقبال کی تاریخ ولادت	وحید قریشی	۹
علامہ اقبال کی صحیح تاریخ پیدائش	اکبر حیدری	۳۳
اقبال اور آرزوئے نایافت	امتیاز علی عرشی	۴۲
اقبال کے بارے میں	رشید احمد صدیقی	۴۸
اقبال اور شاعری	محمد حسین بادی	۵۳
اقبال اور میراثِ اسلام	ابوالليث صدیقی	۶۹
اقبال، سوشلزم اور اسلام	کرار حسین	۱۱۰
اقبال اور اسلامی ثقافت کی روح	سید نذیر نیازی	۱۱۷
اقبال	فیض احمد فیض	۱۲۳
اقبال اور زباں	عالم خوند میری	۱۲۸
اقبال کا مطالعہ	محمد اجمل	۱۴۳
اقبال کی موجودہ تصانیف	رفیع الدین ہاشمی	۱۴۷
اقبال کا تفکر	محمد طاہر فاروقی	۱۶۶
اقبال کی شاعری کا صوتیاتی نظام	گوپی چند نارنگ	۱۷۳
اقبال، مذہب اور سائنس	محمد حسن	۱۸۶
اقبال کی شاعری میں تمثال کا حصہ	سید محمد عقیل	۱۹۴
اقبال مغربی خاور شناسوں کی نظر میں	جگن ناتھ آزاد	۲۰۲

اقبال کا بنظر قرآن	محمد منور	۲۱۶
اقبال کی نظر میں علوم جدیدہ	محمد احمد خاں	۲۳۰
اقبال - شاعر مشرق	الطاف علی بریلوی	۲۴۳
اقبال مخزن اور رومانیت	انور سدید	۲۵۹
اقبال اور رسالہ معارف	نجم الاسلام	۲۷۳
بچوں کا اقبال	عبد القوی دسنوی	۲۸۲
اقبال اور کشور پنجاب	غلام حسین ذوالفقار	۲۹۶
اقبال شناسی	ظ - انصاری	۳۰۵
اقبال اور ملت اسلامیہ	فرمان فتح پوری	۳۴۱
اقبال ممدوح عالم	سلیم اختر	۳۶۲
اقبال کے حضور	خواجہ عبد الوحید	۳۸۰
اقبال اور حفیظ	حفیظ جالندھری	۴۵۸
اقبال اور جاوید منزل	میاں محمد شفیع	۴۵۳
اقبال اور انتخاب کونسل	سید عبد اللہ چغتائی	۴۶۷
بہ سلسلہ اقبال - ایک انٹرویو	میاں عبد العزیز مالواڑہ	۶۲۰
اقبال	میاں عطاء الرحمٰن	۴۲۲
اقبال کی شخصیت	حکیم یوسف حسن	۴۳۲
اقبال کے ساتھ ساتھ	ابوالخیر کشفی	۴۷۳
اقبال، اور گرامی	محمد عبد اللہ قریشی	۴۹۴
نطشے، رومی اور اقبال	عبد الماجد دریا آبادی	۴۹۰
اقبال اور اکبر الہ آبادی	قاضی افضل حق قرشی	۵۰۳

اقبال اور سید سلیمان ندوی	طاہر تونسوی	۵۱۲
اقبال اور ابوالکلام آزاد	قاضی افضل حق قرشی	۵۴۳
اقبال اور خلیفہ عبدالحکیم	محمد عثمان	۵۲۱
اقبال اور مہرؔ و سالکؔ	عبدالسلام خورشید	۵۲۷
اقبال کا لاہور	حکیم احمد شجاع	۵۵۵
اقبال اور قیام یورپ	کسریٰ منہاس	۵۶۹
اقبال اور حیدرآباد دکن	میر محمود حسین	۵۹۵
اقبال اور بھوپال سے تعلق	عبدالقوی دسنوی	۶۳۸
اقبال اور بہاولپور	بریگیڈیئر نذیر علی	۶۱۳
اقبال کے استاد میر حسن کا انتقال	غلام رسول مہر	۶۴۸
اقبال کے استاد آرنلڈ کا انتقال	غلام رسول مہر	۶۵۰
حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ	غلام رسول مہر	۶۵۱

● بہ متعلق اقبال — جنوری ۷۹ء — شمارہ ۱۲۴ — کل صفحات ۵۳۰

اقبال کا صد سالہ جشن	قدرت اللہ شہاب	۲۹۷
اقبال سے سعادتمندانہ ملاقاتیں	غلام مرشد	۳۰۱
اقبال کے اردو کلام کا عروضی مطالعہ	گیان چند	۳۲۸
اقبال کا شعری آہنگ	ڈاکٹر عبدالحق	۳۴۹
اقبال کے شاہین کا ایک اور مطالعہ	سید محمد عقیل	۳۶۰
اقبال۔ مجموعۂ اضداد یا دانائے راز	فتح محمد ملک	۳۶۹
اقبال اور ہمارے فکری رویے	سلیم اختر	۳۹۲
اقبال کے خطوط کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ	عبداللطیف اعظمی	۴۰۱

اقبال اور چغتائی	عبدالرحیم چغتائی	۴۲۵
اقبال اور شاہ ولی اللہ	اختر راہی	۴۳۴
اقبال شاعرِ عالمِ اسلامی	ملک حسن اختر	۴۴۰
اقبال اور پنجابی زبان و ثقافت	نور احمد ثاقب	۴۵۵
اقبال اور تربیتِ نژاد	یعقوب ہاشمی	۵۰۹

"نگار" — کراچی

● اقبال کی یاد میں — اپریل ۶۳ء — جلد ۴۲ — شمارہ ۴ — کل صفحات ۴۸

خطبۂ صدارت یوم اقبال	رشید احمد صدیقی	۵
اقبال کا فکری ارتقاء	محمد عبدالسلام خاں	۱۲
اقبال کے چار غیر مطبوعہ خطوط	محمود الٰہی	۲۹
اقبال بحیثیت استاد	میاں عطاالرحمٰن	۳۱
اکبر اور اقبال	نور محمد	۳۸